مشعل ہدایت

1

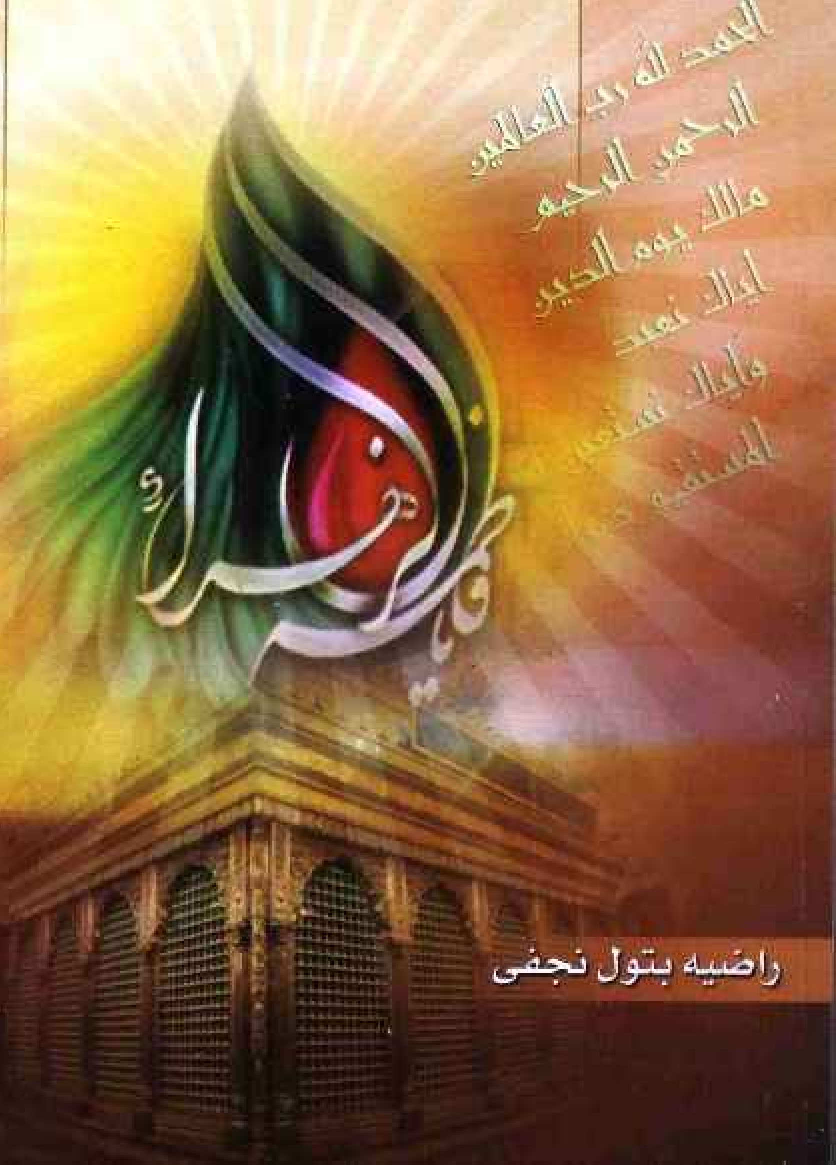

راضیہ بتول نجفی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar No. 2
KARACHI
PH. 7221795
ACC No. 1935 Date 21/10/15
Section: مضامین قرآن Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

مشعل ہدایت

﴿جلد اول﴾

مؤلفہ

راضیہ بتول نجفی

﴿محرم الحرام ۲۰۰۲ میں دبئی اور شارجہ میں پڑھی گئی مجالس کا مجموعہ﴾

حسن علی بک ڈپو
بڑا امام بارگاہ کھارادر
کراچی پوسٹ کوڈ 74000 فون: 2433055
E-mail: hassanalibookdepot@yahoo.com

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

نام کتاب .... مشعل ہدایت

مؤلفہ .... راضیہ بتول نجفی

(محرم الحرام ۲۰۰۲ میں دبئی اور شارجہ میں پڑھی گئی مجالس کا مجموعہ)

ناشر .... World Ahlebait Women Organization

مطبع .... چاپخانہ دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم،

تعداد 2000

تعداد صفحات 127

تاریخ نشر 2003

World Ahlebait Women Organization

Qum Iran

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

عنوان ... صفحہ نمبر

مقدمہ ۱۰

خطبہ ۱۲

(پہلا حصہ)

تفسیر سورہ مبارکہ الحمد

پہلی مجلس ۱۴

لفظ "اللہ" کی تفسیر ۱۶

رحمٰن و رحیم ۱۷

رحمٰن اور رحیم کے درمیان فرق ۱۸

دوسری مجلس ۱۹

بسم اللہ کے اثرات ۲۰

الحمد ۲۱

حمد کے معانی ۲۱

رب العالمین ۲۲

تیسری مجلس ۲۳

رحمٰن و رحیم ۲۵

چوتھی مجلس ۲۷

مالک یوم الدین ۲۷

عنوان	صفحہ نمبر
دین	۲۷
بسم اللہ میں دو جمالی صفات	۲۹
پانچویں مجلس	۳۲
ایاک نعبد	۳۲
عملی توحید	۳۳
نعبد	۳۵
ایاک نعبد	۳۵
چھٹی مجلس	۳۷
لاالٰہ الا اللہ	۳۷
ایاک نستعین	۳۹
ساتویں مجلس	۴۱
اھدنا الصراط المستقیم	۴۱
سبیل	۴۲
صراط	۴۲
صراط اور احادیث	۴۳
صراط المستقیم	۴۴
آٹھویں مجلس	۴۶
توحید	۴۶

عنوان	صفحہ نمبر

صراط الذین انعمت علیہم ۴۷

نویں مجلس ۵۲

سورہ حمد کا خلاصہ ۵۲

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ۵۳

(دوسرا حصہ)

فاطمہؑ شناسی

پہلی مجلس ۵۷

فاطمہ زہراؑ محشر کی شفیعۂ اعظم ۵۹

شفیعۂ اعظم ہونے کا راز ۶۱

مصائب ۶۳

دوسری مجلس ۶۶

آئیڈیل سازی اور تسبیح حضرت زہراؑ ۶۷

کیسے زہراؑ کو آئیڈیل بنائیں ۶۸

مصائب ۷۰

تیسری مجلس ۷۲

زہراؑ کی سادگی کا فلسفہ ۷۲

فدک، زہراؑ کے ثروتمند ہونے کا ثبوت ۷۴

فدک کیسے فتح ہوا ۷۴

عنوان	صفحہ نمبر

حضرت زہراؑ کا تقویٰ ۷۶

حضرت زہراؑ کا زہد ۷۷

مصائب ۸۱

چوتھی مجلس ۸۳

مثالی بیوی اور مثالی شوہر ۸۷

درگزر سے کام لیں اور دل آزاری نہ کریں ۸۸

مصائب ۹۰

پانچویں مجلس ۹۲

شوہر داری اور جہاد ۹۳

شیعہ کی کتب اربعہ ۹۳

مصائب ۹۵

چھٹی مجلس ۹۷

زہراؑ اور علمی جہاد ۹۷

حضرت زہراؑ کا خطبہ ۹۸

علیؑ کے گرد طواف کرنے والی حضرت فاطمہؑ ہیں ۹۹

آخرالزمان اور کنیزان زہراؑ کی ذمہ داریاں ۱۰۱

مصائب ۱۰۲

ساتویں مجلس ۱۰۵

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت فاطمہؑ اور شب قدر	۱۰۵
حضرت زہراؑ کی رضایت	۱۰۶
کوثر	۱۰۸
مصائب	۱۱۰
آٹھویں مجلس	۱۱۲
حضرت زہراؑ اور بندگی کا مصلی	۱۱۲
زہراؑ کی عبادت کی کمیت	۱۱۳
زہراؑ کی عبادت کی کیفیت	۱۱۴
زہراؑ کا خوف	۱۱۵
مصائب	۱۱۶
نویں مجلس	۱۱۹
ام ائمہ اور ام ابیہا	۱۱۹
ام ابیہا	۱۱۹
حضرت زہراؑ کے شیعہ	۱۲۱
پردہ کرنا نہایت آسان ہے	۱۲۴
مصائب	۱۲۷

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

قادر مطلق کی مہربانی اور خواہر راضیہ کی انتھک کوششوں کی بدولت پیش رو کتاب کے محتوا نے دبئی اور شارجہ کی جماعتوں کی خاتون سامعین پر اپنا بھرپور اثر ثابت کر دیا ہے۔ مصمم ارادے کے ساتھ تبلیغ کے ہدف کی تعقیب کرتے ہوئے ان کی مجالس کے سلسلے ایسے موضوعات پر مشتمل تھے جو وسیع پیمانے پر تحقیق اور سمجھانے اور تبلیغ کرنے کی خصوصی مہارت کے بغیر ممکن نہ ہوتے، خواہر راضیہ نے بڑے ماہرانہ انداز میں اور ایسی کامل مثالوں کی مدد سے جو ہماری روزمرہ کی زندگی سے مربوط تھیں، ان موضوعات پر گفتگو کی۔

اس کے علاوہ انہوں نے اپنے تبلیغی انداز کو نیا رنگ دیتے ہوئے اسے سامعین کے طرز زندگی سے ہماہنگ کیا ہے اور انہیں اس بات کا موقع دیا ہے کہ وہ اپنی اب تک کی زندگی کے بارے میں سوچیں کہ وہ اب تک کیا کرتے رہے ہیں اور ان کے یہ اعمال ان کو کہاں تک لے جائیں گے؟ جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے:

این تذھبون.

بزرگ خواتین کے علاوہ جوان بہنوں کو بھی جذب کرنے کی غرض سے انہوں نے بہت ہی سادہ اور مؤثر مثالوں اور نصیحتوں کا استعمال کیا کہ جنہیں سمجھنے میں جوانوں کو کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ بنابرایں اس چیز کو ذہن نشین کرتے ہوئے کہ ہماری جوان نسل ہی اسلام کا مستقبل ہے، انہوں نے جوانوں اور نوجوانوں کی ایک خاصی بڑی تعداد کو اپنے اندر تبدیلی لانے پر راضی کیا اور جس کا اتنا بھرپور اثر ہوا کہ اسی سال کی گرمیوں کی چھٹیوں میں تین ماہ سے زیادہ عرصے تک ۳۰ سے زیادہ لڑکیوں نے قم ایران میں برگزار کردہ Islamic Short Courses میں شرکت کی۔

اس طرح خواہر راضیہ نے اپنی ان مجالس کے ذریعے شارجہ اور دبئی جماعت کی خاتون سامعین کو قرآن اور تفسیر قرآن کی اہمیت اور ارزش سے روشناس کرایا اور ان مجالس کے بعد قرآن اور اس کی تفسیر پر خواتین میں جو جذبہ پیدا ہوا اس کا مشاہدہ حیرت انگیز تھا اور ماشاء اللہ اس کے بعد بھی اس کار خیر کو محنت کش عالمات کے ذریعے جاری رکھا گیا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ تمام قارئین خواہر راضیہ کی اس کاوش سے اسی طرح استفادہ کرینگے جس طرح دبئی اور شارجہ کی خواتین نے استفادہ کیا ہے یا اس سے زیادہ کی توفیق پائیں گے۔

آخر میں ہم خواہر راضیہ کی مزید کامیابی اور ان کے کبھی نہ ختم ہونے والے اس تبلیغ کے شوق و ولولہ میں اضافے کی دعا کرتے ہیں خداوند عالم انہیں طول عمر اور سلامتی عطا کرے تا کہ وہ اللہ، اس کے رسول اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے مقاصد کو یوں عام کرتی رہیں اور دعا گو ہیں کہ امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور میں تعجیل ہو اور ہمیں انکے انصار میں شامل ہونے کی توفیق حاصل ہو (الٰہی آمین)

والسلام

مسز گلشن سولی دینا

مینجمنٹ آف مدرسہ امام صادقؑ شارجہ یو۔اے۔ای

مسز رضیہ انصار ہیراج

مینجمنٹ آف ستوا امام بارگاہ دبئی یو۔اے۔ای

(پہلا حصہ)

تفسیر سورہ ”الحمد“

(دبئی میں پڑھا جانے والا عشرہ)

خطبه

بسم الله الرحمٰن الرحیم٥

الحمد لله رب العالمین والصلوٰة والسلام علیٰ صاحب الدعوة النبویة والصولة الحیدریة والعصمة الفاطمیة والحلم الحسنیة والشجاعة الحسینیة والعبادة السجادیة والمآثر الباقریة والآثار الجعفریة والصبر الکاظمیة والحجج الرضویة والجود التقویة والنقاوة النقویة والهیبة العسکریة والغیبة الالٰهیة.

یا رب الحسین بحق الحسین اشف صدر الحسین بظهور الحجة

یا رب الحسین بحق الحسین اشف صدور المؤمنین بظهور الحجة

لی خمسة اطفی بها حر الوباء الحاطمة

المصطفیٰ والمرتضیٰ وابناهما والفاطمة

پہلی مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

اَفَلا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرآنَ وَلَوْ کانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلافاً کَثِیْراً(۱)

(ترجمہ) کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے اگر یہ خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف سے نازل ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔

میرا موضوع قرآن کریم کا وہ سورہ مبارکہ ہے جسے اساس القرآن (Base of Quran) کہتے ہیں۔ قرآن مجید کا وہ واحد سورہ جس میں خدا اپنے بندے کا نائب اور قائم مقام Succedor اور Representitive بن کے گفتگو فرما رہا ہے۔

یہ قرآن کریم کا وزنی ترین سورہ ہے، اگر ترازو کے ایک طرف سورہ فاتحہ اور دوسری طرف باقی قرآن رکھ دیا جائے تو سورہ فاتحہ کا وزن زیادہ ہوگا، یہ قرآن حکیم کا بہترین سورہ اور شریف ترین ذخیرہ عرش الٰہی، جامع ترین حکمت الٰہی، شفا بخش ترین اور لاثانی سورہ ہے۔

کیا کہنا اس سورے کا جو دین کے ستون (نماز) کی بنیاد ہے یعنی اگر دین کی بنیاد نماز ہے تو نماز کی بنیاد سورہ حمد ہے یعنی اگر دین نماز کے بغیر نامکمل ہے تو نماز سورہ حمد کے بغیر نامکمل ہے۔ تبھی پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

لَا صَلَاۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ. فاتحۃ الکتاب اور سورہ حمد کے بغیر نماز، نماز نہ ہوگی۔

وہ سورہ جسے مسلمان اپنی اپنی سعادت اور توفیق کے مطابق دن میں کئی بار پڑھتے ہیں جنہیں صرف واجبات انجام دینے کی سعادت نصیب ہوتی ہے وہ 24 hours میں دس مرتبہ اور جنہیں نوافل اور مستحبات بھی انجام دینے کی توفیق حاصل ہوتی ہے وہ دن میں کئی مرتبہ اس کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ آخر کیوں اس

---

(۱) سورہ نساء آیت ۸۲

سورہ مبارکہ کو اتنی اہمیت دی گئی ہے؟ آخر اس میں کیا خاص بات ہے؟ ہم تو سورہ حمد پڑھیں یا سورہ قدر یا کوئی اور سورہ ہماری حالت وہی رہتی ہے کوئی فرق نہیں پڑتا اتنا سمجھ میں نہیں آتا۔ ذرا صبر سے کام لیجئے اگر مشکل کشا نے طاقت دی اور آپ کی پاکیزہ سماعتوں نے میرا ساتھ دیا تو انشاء اللہ یہ مشکل حل ہو جائے گی کہ کیوں اس سورہ کو اتنی اہمیت دی گئی ہے؟

اس سورہ کو اتنی اہمیت اس لئے دی گئی ہے کیونکہ اس میں انسانی زندگی کے تین بنیادی مسائل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو مسائل ہمیں ہماری خلقت اور زندگی کے مقصد سے آشنا کرتے ہیں، جنہیں ہم اصول دین کہتے ہیں۔ توحید، نبوت اور قیامت۔

جی ہاں جس شخص کو اتنا پتہ چل جائے، جو اتنا جان لے کہ کہاں سے آیا ہے کہاں جائے گا اور کہاں ہے؟ تو ایسے شخص کو علیؑ، شاہ ولایت یہ کہہ کر دعا دیتے ہیں کہ

رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً تَفَكَّرَ مِنْ اَيْنَ اِلٰى اَيْنَ فِىْ اَيْنَ۔

خدا اپنی رحمتوں کی بارش کرے اس شخص پر، خدا سعادت مند کر دے اسے جو اس بات پر غور وفکر کرے کہ وہ کہاں سے آیا ہے اسے کہاں جانا ہے اور وہ کہاں ہے؟

لہٰذا جو شخص مشمول دعائے علیؑ ہو جائے اس کے بہشتی اور جنتی ہونے میں کیا شک ہے۔

علیؑ کے فضائل نبی کی زبانی سنئے کیا فضیلت ہے، فرماتے ہیں:

يَا عَلِيُّ اَنْتَ اَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَبِيَدِكَ لِوَائِي وَهُوَ لِوَاءُ الْحَمْدِ.(۱)

کہ علیؑ مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے، پوچھا گیا کہ کیسے؟ فرمایا علیؑ دنیا میں میرا علمدار و پرچم بردار ہے اور آخرت میں بھی میرا علمدار ہوگا، اس کے ہاتھوں میں لوائے حمد ہوگا اور علمدار ہمیشہ لشکر کے آگے آگے ہوتا ہے۔

---

(۱) عیون اخبار رضا صفحہ 304

آج اپنی پہلی مجلس کا آغاز اس چیز سے کرتے ہیں جس کے ذریعے خدا نے اپنی کتاب کا آغاز کیا ہے جسے سید آیات یعنی آیتوں کی سردار کہا گیا ہے۔ کیوں یہ آیات کی سردار ہے؟ اس لئے کہ اس میں لفظ اللہ ہے جو تقریبا قرآن میں 2697 مرتبہ آیا ہے۔

اس لفظ اللہ میں کیا خاص بات ہے؟ ایسا مطلب بتاؤنگی کہ آپ اللہ کہتے ہوئے لذت حاصل کریں گے انشاء اللہ، دیکھیں، غور سے سنیں، بلکہ ان باتوں کو لکھ دیں آخر اس طرح سے سورہ حمد کی تفسیر منبروں سے بیان نہیں ہوتی غنیمت ہے۔

امام حسین صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی برکت سے اس حسینؑ کی دعا کا نتیجہ ہے اس حسینؑ کی قربانی کا نتیجہ ہے جو ہم سورہ حمد، فاتحۃ الکتاب کے بارے میں غور وفکر کر رہے ہیں، وہ حسینؑ جو فقط نمازی نہ تھے جو صرف نماز گزار نہ تھے بلکہ عاشق نماز تھے لہذا مولا کے شیدائیوں نے بھی اگر نماز سے عشق حاصل کرنا ہے تو نماز کی جان، نماز کی روح اور اس کی اساس وبنیاد کو سمجھنا ہوگا۔

خدا نے اپنے قرآن کا آغاز رحمت سے کیا ہے کیونکہ خود اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے

اور جس پر نازل کیا وہ رَحْمَۃً لِلْعٰلَمِیْن ہے۔

اور آغاز بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم سے۔

اللہ

اللہ کے معانی یعنی ایسی ذات کہ ساری عقلیں اس کی معرفت حاصل کرنے کے لئے حیران و پریشان ہیں۔ انسان دو طرح سے حیران و پریشان ہوسکتا ہے کبھی حیرانگی اس طرح ہوتی ہے جیسے آپ Desirt میں ہیں، آپ کو پیاس لگی ہوئی ہے آپ کو پانی کے چشمے کی تلاش ہے لیکن ملتا نہیں اس لئے آپ اپنی پیاس بجھانے کے لئے پریشان ہیں اور کبھی اس کے برعکس آپ کو تشنگی اور پیاس کے عالم میں اتنے چشمے ملتے ہیں اتنی پانی کی نہریں نظر آتی ہیں کہ آپ حیران و پریشان ہوجاتے ہیں کہ کس کس چشمے سے سیراب ہوں کس کس چشمے سے اپنی تشنگی کو دور کریں اور اپنی پیاس بجھائیں۔

کوئی چشمہ کرم الٰہی کا ہے تو کوئی چشمہ غفاریت کا، کوئی چشمہ ستاریت کا ہے تو کوئی رحمانیت کا، کوئی نعمت کا ہے تو کوئی رحمت کا۔ اب ان سب چشموں کو، ان تمام صفات الٰہی کو ایک لفظ میں اگر ڈھالنا ہو، ایک ہی ہستی میں جمع کرنا ہو، تو اس ذات اقدس کا نام ہے اللہ (صلوات)

اب دیکھیں اتنا بڑا نام ہے اس نام کے لینے میں خدا کے خاص بندوں کو مزا آتا ہے جیسے ہمیں (خواتین کو) وسیع بازاروں کے جھرمٹ میں مزا آتا ہے کہ کیا کیا خریدیں، انواع واقسام کے کھانوں میں مزا آتا ہے کہ کیا کیا کھائیں، لیکن اولیاء الٰہی کو اس میں لطف آتا ہے، اس سے مزا لیتے ہیں کہ وہ کس کس نام الٰہی سے تبرک حاصل کریں، کس کس چشمہ مظہر الٰہی سے فیضیاب ہوں، اس لئے خدا سے دعا کرتے ہیں کہ

رَبِّ زِدْنِیْ فِیْکَ تَحَیُّراً.

جس طرح دعا کرتے ہیں کہ خدایا ہمارے علم میں لحہ بہ لحہ افزائش فرما اسی طرح دعا کرتے ہیں کہ تیری ذات میں لحہ بہ لحہ حیرت میں اضافہ کردے یہ دعا ہے ختم الرسل محمد مصطفیٰ کی (صلوات)

رحمٰن ورحیم

رحمٰن ورحیم وہ صفات ہیں جن میں ہمارے لئے عظیم درس ہے کہ ہم ہر چیز سے زیادہ خدا کی اس صفت کو اپنے اندر مجسم کرنے کی کوشش کریں۔ خدا نے انسان سے کہا ہے کہ میں عالم ہوں تو تم بھی علم حاصل کرو اگر میں انصاف سے کام لیتا ہوں تو تم بھی انصاف کرو تو معلوم ہوا کہ خدا کی اوصاف کو اپنے اندر اجاگر کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے، لہذا بے رحم نہ بنیں، چھوٹی سی غلطی پر اتنا غصہ نہ کریں سزائیں نہ دیں، سلام کرنا ہرگز نہ چھوڑیں ورنہ ہم اور ہمارے رب کے درمیان کس قدر زیادہ فاصلہ ہوگا۔

اب ان صفات کا ذکر کرنا چاہونگی جنہیں آپ سب کے سب دن میں ساٹھ مرتبہ زبان پر جاری کرتے ہیں ایسی صفات جن کا ترجمہ اردو انگلش یا کسی اور زبان میں ہو ہی نہیں سکتا ہرگز نہیں ابھی تک نہیں ہوا۔ یہ جو ترجمہ ہوتا ہے "مہربان اور رحم کرنے والا ہے" یہ رؤف کے معانی ہیں یہ ترجمے کا حق نہیں اس لئے عظیم علماء نے ترجمہ ہی نہیں کیا۔ اب آپ کو معانی سمجھانے کی کوشش کرتی چلوں ذرا غور سے سنئے گا۔

رحمٰن ایسی صفت کو کہتے ہیں جو عام ہے جو عموی رحمت ہے جو ہر ایک پر برتی ہے مومن پر بھی کافر پر بھی یہ دنیاوی نعمت ہے جو جن وانس کے لئے بھی ہے اور Metrialistic,living and none living things سب کو شامل ہے۔

رحیم ایک ایسی صفت ہے جو مومنین کے لئے مخصوص ہے۔ اب مومنین سے مخصوص ہو تو آپ خوب جانتے ہیں کہ مومن ابدی اور دائمی ہے Perminant ہے پس مومن سے مخصوص نعمت کو بھی دائمی ہونا چاہیے صرف اس دنیا تک محدود نہیں Limited نہیں اس لئے اس لفظ رحیم میں ایسے معانی چھپے ہوئے ہیں جو دوام اور بقاء پر دلالت کرتے ہیں جسے اہل لغت صفت مشبہ کہتے ہیں۔

معلوم ہوا غیر مومن جمادات ونباتات وحیوانات کی طرح فانی ہے صرف مومن تا ابد اپنے ایمان وعمل کی طاقت سے نسیم رحمت حق کا مستحق رہے گا۔ رحمٰن بہت رحم کرنے والا ہے اور ہر ایک پر رحم کرنے والا ہے، شرکت بھی ہے اور وسعت بھی ہے، رحمت عام ہے۔ رحیم ہمیشہ رحم کرنے والا یہ رحمت خاص ہے۔

رحمٰن ورحیم کے درمیان فرق

رحمٰن: میں رحمت عمومی ہے رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

رحیم: میں رحمت لزومی ہے کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ

رحمٰن: بہت رحم کرنے والا۔ رحیم: ہمیشہ رحم کرنے والا۔

رحمٰن: یہ دنیا بنی اس کی طرف سے ہے اِنَّا لِلّٰہِ یہ رحمٰن ہے۔

رحیم: یہ دنیا واپس اسی کی طرف پلٹے گی وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہ رحیم ہے۔

دوسری مجلس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمo

اَفَلا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْ فِیْہِ اخْتِلافاً کَثِیْراً

میں نے آپ کے ہمراہ یہ جو چند دن گزارنے ہیں۔ آپ سب نے مجھے نہایت احترام اور پیار سے بلایا ہے اور خدمت کرنے کی توفیق دی ہے جو ایک عظیم نعمت ہے اور جتنی نعمت عظیم ہوگی اتنا ہی اس کا حساب بھی عظیم اور بڑا ہوگا تو میرا فریضہ ہے کہ سوچ سمجھ کر بہترین مطالب آپ کی سماعتوں کی نذر کروں جس کی شاید آپ لوگوں کو ضرورت ہے اس لئے میں نے قرآن کی سورتوں میں سے اس سورۃ کا انتخاب کیا ہے جسے اساس القرآن کہتے ہیں یعنی قرآن کی بنیاد۔ سب سے پہلے خود قرآن واحد کلام الٰہی، ایک کتاب الٰہی ایک عمر کے مقابلے میں، تو کیا اس کو بھی سمجھے بغیر اُس خدا سے جا ملیں۔ وہ کتاب جو اپنا تعارف اس طرح کروا رہی ہے

کِتَابٌ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَیٰ النُّوْرِ (۱)

قرآن سب سے اہم اور اس قرآن میں اس سورہ کا انتخاب جو قرآن کی اساس ہے اور اگر دین کا ستون نماز ہے تو نماز کا ستون سورہ حمد ہے اگر دین کی بنیاد نماز ہے تو نماز کی بنیاد سورہ حمد ہے اگر دین نماز کے بغیر نامکمل ہے تو نماز بھی سورہ حمد کے بغیر نامکمل ہے یہ سورہ پیر و جوان، طفل و شاب زندہ و مردہ، زن و مرد، جاہل و عالم و عاقل سب کے لئے شفا ہے باعث سکون ہے، سب کے لئے مفید ہے۔

امام محمد باقر صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے منقول ہے کہ

مَنْ لَمْ یُبْرِأْہُ الْحَمْدُ لَمْ یُبْرِأْہُ شَیْءٌ

جس شخص کو سورہ الحمد ٹھیک نہ کر سکے، شفا نہ دے سکے، سکون نہ دے سکے، دوا نہ بن سکے، اس شخص کو کوئی

---

(۱) سورہ ابراہیم آیت 1

چیز ٹھیک نہیں کر سکے گی۔

اور بیماریوں میں سب سے بڑی بیماری اور جسمانی بیماری سے زیادہ خطرناک روحانی بیماری ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سورہ حمد کو شافیہ کہا گیا ہے صرف اس لئے نہیں کہ وہ بیماروں کو شفا دیتا ہے بلکہ روحانی بیماریوں سے بھی شفا دیتا ہے جو کہ زیادہ مبہم ہیں اور جن سے کوئی شفا نہیں دے سکتا، سے شفا دیتا ہے۔ قرآن نے سورہ حمد کے ذریعے شفا کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے لہٰذا مولا نے گویا یوں فرمایا ہے کہ اگر جہل و نادانی جیسی بری صفات اور گناہ کی گندگی، سورہ حمد کے Matter سے نہ دھل سکیں تو دوسرے سورے اس کے لئے مفید نہ ہونگے۔ اس شفا خانہ (امامبارگاہ) میں سورہ شافیہ کی تفسیر کرنے کی توفیق حاصل ہو رہی ہے آخر کنیزان زہراؑ و زینبؑ کو مفسرہ ہونا چاہیے نا؟

بسم اللہ کی تفسیر کل بیان ہوئی، آج اس عظیم آیت کے اثرات بتاتے ہیں کہ اگر ہم اپنے کاموں کو اس کے نام سے شروع کریں تو اس کے کچھ اثرات مترتب ہونگے۔

۱: کوئی بھی کام، کوئی بھی محنت، کوئی بھی کوشش ضائع نہیں ہوتی کیونکہ جو کام اُس ذات سے وابستہ ہو جائے جس میں فنا اور نابودی کا وہم و خیال بھی نہ ہو، پس جب تک وہ باقی ہے کام بھی باقی، اور اس میں شک نہیں کہ وہ لا محدود ہے ابدی ہے تو کام بھی ابدی ہوگا۔

۲: خود بخود ذلت و خواری سے نجات ملے گی میں گناہ کو ''ذلیل ہونا'' کہتی ہوں یہ مجھے میرے مولا علی صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے سکھایا ہے کیونکہ جس نے خدا کی نافرمانی کی، خدا سے اپنا وعدہ توڑ دیا وہ جھک گیا وہ ذلیل و خوار ہو گیا۔

کیا کوئی بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر کسی جوان نامحرم سے بلا مقصد chat کر سکتا ہے؟

کیا کوئی اللہ کا نام لے کر بری web sites دیکھ سکتا ہے یا میوزک سن سکتا ہے؟

بسم اللہ کا ایک اور اثر یہ بھی ہے کہ سرتاج اولیاء علی صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بسم اللہ پڑھ کر کچھ کھائے تو اگر وہ کھانا اس کے لئے نقصان دہ بھی ہو تو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ جیسا کہ شہید آیت اللہ مدرس (ایران کی ایک بہت ہی معروف شخصیت) نے تیز زہر، جو اُن کی چائے میں ڈالا گیا تھا، بسم اللہ کہہ کر پی لیا زہر کچھ

اثر نہ کر سکا البتہ بعد میں عمامہ کے ذریعے ان کا گلا گھونٹ کے شہید کر دیا گیا۔ امام علی علیہ السلام نے جب

سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

پوچھ لو جو کچھ پوچھنا ہے قبل اس کے کہ میں تمہارے درمیان نہ رہوں کہہ کر ان جاہلوں کو دعوت دی تو ان بے وقوفوں نے احمقانہ سوالات کئے کسی نے اپنی داڑھی کے بالوں کے بارے میں سوال کیا، کسی نے پوچھا میرے سر کے بال کتنے ہیں، ایک شخص نے آسمان کے ستاروں کی تعداد پوچھی اور اسی شخص نے اعتراض کیا کہ میں نے تمہارے کہنے کے مطابق کل بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھایا تھا لیکن پھر بھی بیمار ہوا تو امامؑ نے فرمایا: تم نے دو قسم کے کھانے کھائے تھے ایک کھانا کھانے سے پہلے تو نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی جس کی وجہ سے تمہارے ساتھ یہ ہوا ہے۔

الحمد

عربی زبان میں ,,ال،، جو شروع میں لگاتے ہیں اس کے بھی معانی ہوتے ہیں جیسے سلام علیکم کہیں یا السلام علیکم۔ السلام علیکم میں جو الف لام ہے یہ معرفہ کے لئے ہے اس کا مطلب ہے خاص سلام۔ جبکہ الحمد میں جو الف لام ہے عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔

الحمد۔ ہر حمد کرنے والے کی حمد رب العالمین کے لئے ہے۔ تو ال کے ایک معانی ,,ہر،، کے ہیں جو کوئی کسی چیز کی بھی تعریف کرے، حمد کرے تو حقیقت میں اس نے خدا کی تعریف کی کیونکہ جو کچھ اس کائنات میں ہے وہ خدا کی مخلوق ہے ہر حامد کی محمود کے لئے حمد، خدا کی حمد ہے۔

حمد کے معانی

اردو اور فارسی میں اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا کیونکہ تعریف و مدح و شکر خود کئی معانی رکھتے ہیں۔ مثلاً پھول یا ہیرے کی مدح ہوتی ہے۔ جس میں اس کا اپنا کوئی کمال نہیں پس مدح کے معانی کچھ اور ہیں اور حمد کے معانی کچھ اور۔ لہٰذا اس کائنات میں جس کسی میں کوئی کمال یا جمال پایا جائے اور اس کی خاطر اس کی تعریف کی جائے تو درحقیقت

خدااس کا خالق ہے اور ہر حمد اسی کی ہوتی ہے۔

امام صادق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے والد امام باقر (ع) کا ایک خچر گم ہوگیا (گھوڑے جیسا ایک جانور) تو امام نے فرمایا کہ اگر خدا نے مجھے میرا خچر دلایا تو تو میں خدا کا ایسا شکر کرونگا کہ جس طرح شکر ادا کرنے کا حق ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد خچر زین لگام کے ہمراہ مل گیا تو امام سوار ہوئے اور آسمان کی طرف سر بلند کر کے بلند آواز میں فرمایا: الحمد للہ اور خاموش ہو گئے پھر میری طرف دیکھ کر فرمایا اس جملے سے خدا کی ایسی تعریف کی کہ سب کچھ اس میں شامل ہو گیا۔

جس کسی سے بھی خیر و برکت پھوٹے، جو کوئی خیر انجام دے، ہر پیغمبر و الٰہی رہبر جس نے نور و ہدایت دی ہو، ہر معلم واستاد جس نے تعلیم دی ہو، ہر سخی جس نے راہ خدا میں خرچ کیا ہو، ہر ڈاکٹر جس نے خلوص سے شفا دی ہو، ان سب کی ستائش و ثناء درحقیقت خدا کی ثنا و ستائش ہے کیونکہ یہ سارے خیر اس کی ذات اعلیٰ و پاک سے نکلے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ سورج کی روشنی، بادلوں کا بارش برسانا، زمین کی برکات، سب کے سب اس کی جانب سے ہے سب کی حمد اس کی حمد ہے۔

رب العالمین

یہ جملہ دلیل ہے اس بات پر کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ عالمین کا رب ہے رب یعنی مالک و مدبر ہے تمام کمالات و جمالات عالم کا وہ مالک ہے پس ہر جمال و کمال، حُسن و زیبائی کی تعریف اس کے مالک کی تعریف ہوگی۔ عالم علامت کے معانی میں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام موجودات اللہ کی نشانیاں ہیں اور عالم مجموعہ کے معانی میں بھی ہے۔ لہٰذا لوگوں کا احترام انسانیت سے پیار ضروری ہے کیونکہ جیسا کہ روایت میں آیا ہے

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ ۔

مخلوقات الٰہی گویا عیال الٰہی ہیں جو خدا سے پیار کرنا چاہتا ہے آخر وہ کیسے اپنے پیار کا اظہار کرسکتا ہے؟ تو خدا نے کہا وہ میرے بندوں کا احترام کرے۔ کیونکہ ہر بندہ گویا خدا کی نشانی ہے۔

خدا رب العالمین ہے اور پھر خدا نے یہ کام انبیاء کو سونپا کہ تم بھی میرے بندوں کی روحانی تربیت کرو اور یہی سلسلہ ماؤں تک پہنچا ہے ماں بھی تربیت کرنے والی ہے وہ عظیم ذمہ داری ماؤں کے ذمے ہے جو انبیاء پر تھی، گویا شغل انبیاء کی حامل ہیں۔ کیونکہ ایک لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو مرد پر نفقہ واجب ہے یعنی وہ اہل وعیال کے لئے کپڑا ،روٹی اور مکان مہیا کرے جبکہ دوسری طرف عورت کا فرض یہ ہے کہ وہ گھر کا ماحول نہایت اچھا رکھے، بچوں سے پیار کرے۔ اب بتایئے انسان کی انسانیت روٹی، کپڑا اور مکان سے بنتی ہے یا پیار ومحبت سے؟ یقیناً پیار واحترام روح کی غذا ہے تبھی تو ماں روحانی تربیت کرتی ہے جبکہ اکثر باپ جسمانی تربیت کرتے ہیں تبھی تو ماں کو زیادہ احترام اور بڑا مقام دیا گیا ہے۔

جب تک کوئی خدا کی معرفت نہ رکھتا ہو حمد صحیح معانی میں کر ہی نہیں سکتا مثلاً آپ کسی عظیم انسان کو جانتے ہیں جو صاحب فضائل وکمالات ہے اس کی ہر خوبی کا آپ کو علم ہو اس کے آپ پر کوئی احسانات ہوں اور آپ اس کے احسانات اور اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کی عظمت کے مقابلے میں جھک جائیں اور اگر اس کا نام کسی محفل میں لیا جائے گا تو آپ خود بخود عاشقانہ طور پر اس کی تعریف کریں گی تہہ دل سے اس کی مدح کرنے میں آپ کو لذت کا احساس ہوگا۔ تو گویا نماز میں بھی عارف انسان، عالم ومومن انسان کی یہی حالت ہوتی ہے پس جب تک خداشناسی کامل نہ ہو عبادت اپنی اوج (انتہا) تک نہیں پہنچ سکتی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ایک ایسے عابد وزاہد سے ہوتی ہے جو اپنے زہد وتقویٰ میں مشہور تھا باتوں باتوں میں حضرت موسیٰؑ اس زاہد سے پوچھتے ہیں کہ کیا تیرے دل میں کوئی حسرت ہے جو پوری نہیں ہوئی تو وہ زاہد آہ بھر کے کہتا ہے کہ کاش خدا کا کوئی گدھا ہوتا تو اس سبزے میں اسے چراتا۔ بغیر معرفت کے عابد بننے کا یہ حشر ہوتا ہے تبھی تو روایات میں ملتا ہے کہ معرفت اور شناخت کے ساتھ ایک لمحے کی عبادت جاہل کی ستر سالہ عبادت سے افضل ہے۔

تیسری مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

قرآن کے اس سورے کے متعلق ہم تدبر کررہے ہیں جو قرآن کی اساس ہے۔روایت میں ہے، جو نہایت عظیم اورلذت آور ہے کہ جس نے سورۃ الحمد پڑھی خدا اس قاری حمد سے کہتا ہے کہ دیکھو یہ سورہ میں نے اپنے اوراپنے بندے کے درمیان تقسیم کردیا ہے آدھا میرا اور آدھا اس کا ہے لہٰذا میرے بندے کو حق حاصل ہے کہ جو چاہے مانگے جب میرا بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم ،تو خداوند عظیم فرماتا ہے میرے بندے نے میرے نام سے آغاز کیا تو اب میرا فریضہ ہے کہ اس کے کام کو آخر تک پہنچاؤں اور ہر حال میں اس پر برکتیں نازل کروں، جب کہتا ہے الحمدللہ رب العالمین تو خدا کہتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد وستائش کی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جانتا ہے کہ جو نعمتیں اس کے پاس ہیں وہ سب میری طرف سے ہیں اور بلائیں بھی میں ہی دور کرتا ہوں، گواہ رہو کہ میں آخرت کی نعمتوں کو اس کے لئے دنیا کی نعمتوں سے بھی زیادہ کردونگا اور اس جہان کی بلائیں بھی اس سے دور کردونگا جس طرح دنیا کی بلائیں دور کرتا رہا ہوں۔جب بندہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو خدا کہتا ہے میرے بندے نے گواہی دی ہے کہ میں رحمن ورحیم ہوں گواہ رہو کہ اس کا رحمت میں حصہ زیادہ کردونگا۔جب کہتا ہے مالک یوم الدین خدا کہتا ہے گواہ رہو جس طرح روز جزا کا میں مالک ہوں روز حساب کا بھی میں ہی مالک ہوں لہٰذا اس کا حساب آسان کردوں گا اس کی حسنات وخوبیوں کو قبول اور سیئات وگناہوں کو بخش دونگا جب بندہ ایاک نعبد کہتا ہے تو خداوند عالم فرماتا ہے میرا بندہ سچ کہتا ہے کہ صرف میری عبادت کرتا ہے گواہ رہو ایسا ثواب دونگا کہ جو اس کا مخالف اور دشمن ہوگا وہ اس کی حالت پر رشک کرنے لگے گا اور جب ایاک نستعین کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے میرے بندے نے مجھ سے مدد مانگی ہے صرف مجھ سے پناہ مانگی ہے گواہ رہو کہ میں اس کے کاموں میں مدد کرونگا اور مشکلات میں اس کی سنوں گا اور پریشانی

کے دن اس کا ہاتھ تھاموں گا۔ اور جب اہدنا الصراط المستقیم کہتا ہے تو خدا فرماتا ہے کہ میرے بندے کی دعا پوری ہوئی جو مانگے دے دونگا جس کی امید رکھتا ہے عطا کرونگا اور جس سے خوف رکھتا ہے امان دوں گا۔(۱)

یہ ضمانت سورہ حمد کی اس وقت ہے جب آپ کا سسٹم ٹھیک ہو یعنی آپ باقی واجبات انجام دیں اور محرمات سے بچیں۔ مثلاً ایک ڈاکٹر کہے اگر آپ یہ دوائی استعمال کریں گے تو یقیناً میں ضمانت دیتا ہوں کہ آپ شفایاب ہو جائیں گے تو اگر مریض زہر کھالے تو کیا پھر بھی دوائی کا اثر باقی رہے گا؟ نہیں بھئی ڈاکٹر کا مطلب یہ تھا (ہر صاحب عقل یہ بات سمجھتا ہے) کہ اگر باقی نظام درست ہو تو یہ دوا اثر کرے گی Effective ہو گی اگر کوئی زہر poisen کھالے تو دوا اثر نہیں کرے گی اسی طرح اگر گناہ کرلے تو سورہ حمد کا اثر باقی نہیں رہے گا گناہ زہر کی مانند دوا کو بے اثر کر دیتا ہے۔

رحمٰن ورحیم

بسم اللہ میں مَیں نے آپ کو تفصیل سے بتایا کہ ان دو صفات الٰہی میں کیا فرق ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ بسم اللہ پہلی آیت، الحمد للہ رب العالمین دوسری آیت الرحمٰن الرحیم تیسری آیت اس تیسری آیت میں پھر سے کیوں یہ صفات تکرار ہو رہی ہیں؟ ہم کہیں گے کہ یہ تکرار Repeat نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ میں اس کے معانی کچھ اور ہیں اور یہاں کچھ اور۔ پہلی آیت میں مقام الٰہیت میں ان صفات کا ذکر ہوا ہے اور تیسری آیت میں مقام ربوبیت میں ذکر ہو رہا ہے یعنی وہ اللہ کی ذات ہے جب رحمٰن ورحیم ہے، وہ رب ہے جو تربیت کرتے ہوئے بھی رحمانیت اور رحیمیت سے کام لیتا ہے۔

رحمٰن کی صفت کو سمجھنا اتنا آسان کام نہیں ہے اس قدر Deep thinking کی ضرورت ہے۔

۱: کل عالم کو رحمت کے اندر رحمت سمجھیں۔

۲: ثنویت (دوگانگی) کی سوچ کو ختم کریں دو نہ سوچیں یعنی موجودات عالم کو خیر و شر میں تقسیم نہ کریں بلکہ

(۱) عیون اخبار رضاؑ

سارے جہاں کو اس لئے خیر ورحمت کا ایک مجموعہ سمجھیں، کیونکہ خدا کی طرف سے ہے یہ نظام، یہ System خیر ہی خیر ہے، نظام رحمت اور نظام نور ہے لہٰذا قرآن ہم سے چاہ رہا ہے کہ خدا کی ان صفات سے ثناء وحمد کریں اور اس کو اور اس کے جہان کو اس نظر سے، اس دید سے دیکھیں کہ کل جہان رحمت ہی رحمت ہے۔

چوتھی مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۝

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا

مالک یوم الدین

روز جزاء کا مالک ہے۔ مَلِک بھی پڑھا جاتا ہے اور مَالِک بھی، فرق یہ ہے کہ ملک یعنی حکومت سلطنت مثلاً فلاں ملک العرب ہے جبکہ مالک نہیں ہے دوسری طرف مالک یعنی پیسوں کا مالک یہ پیسوں کا مالک وصاحب ہے پس مالک پڑھنا بہتر ہے۔

دین

قرآن میں لفظ دین تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۱۔ قوانین اسلامی: اِنَّ الدِّیۡنَ عِنۡدَ اللّٰہِ الۡاِسۡلَامُ بے شک خدا کے نزدیک دین، اسلام ہی ہے(۱)

۲۔ عمل خالص: لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ خدا کے لئے خالص دین ہے(۲)

۳۔ قیامت: یَسۡـَٔلُوۡنَ اَیَّانَ یَوۡمُ الدِّیۡنِ وہ (مشرکین) پوچھتے ہیں کہ قیامت کا دن کب آئے گا(۳)

کیا خدا صرف روز قیامت کا مالک ہے؟ کیا دنیا کا مالک نہیں ہے؟ یقیناً ہے جیسے آپ اکثر نماز کے آخری سجدے میں یہ دعا پڑھتے ہیں:

یَامَنۡ لَہُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃ اِرۡحَمۡ مَنۡ لَیۡسَ لَہُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃُ

اے وہ ہستی جسکے قبضہ قدرت میں دونوں جہان ہیں، رحم فرما اس پر جسکے پاس نہ دنیا ہے نہ آخرت۔

فرق اتنا ہے کہ انسان اس دنیا میں چشم بصیرت کا حامل نہیں ہے مجازی ملکیت کو بھی یعنی اپنے آپ کو

---

(۱) سورہ آلعمران آیت 19 (۲) سورہ زمر آیت 3 (۳) سورہ ذاریات آیت 12

کئی چیزوں کا مالک سمجھتا رہا میرا گھر ہے میرا مال ہے راہ خدا میں کیوں دوں؟ لیکن جب آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتا ہے، یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام مالکیت جسے ہم سمجھتے تھے بنائی ہوئی تھی مالک حقیقی صرف اُس کی ذات تھی۔ دوسری طرف یہ خوف کی آیت ہے، انذار ہو رہا ہے، ڈرایا جا رہا ہے، تنبیہ کی جارہی ہے اس آیت میں، قدرت وہیبت الٰہی کا جلوہ نظر آ رہا ہے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خدا ہر وقت ہر جگہ ہمیشہ ہر چیز کا مالک ہے لیکن روز قیامت کی مالکیت کا جلوہ ہی کچھ اور ہے کیونکہ بات اس وقت کی ہے جب تمام واسطے کٹ جائیں گے؛

تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الاَسْبَابُ (۱)

تمام تعلقات ٹوٹ کر رہ جائیں گے۔ دوستانہ تعلقات رشتہ داریاں، حسب ونسب سب ختم ہو جائیں گے

جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہیں آئے گی؛

يَوْمَ لَايَنْفَعُ مَالٌ وَّلَابَنُوْنَ۔

جس دن اعضاء و جوارح وفکر عقل پر مہر لگائی جائے گی؛

يَوْمَ نَخْتِمُ عَلىٰ اَفْوَاهِهِمْ۔

کچھ بھی انسان کے پاس نہیں ہوگا کسی چیز کا انسان مالک نہیں ہوگا صرف ایک راستہ باقی رہ جاتا ہے وہ ہے لطف ورحمت الٰہی، اسی لئے رحمن ورحیم کہا پھر مالک یوم الدین کی آیت آئی۔

یہاں اس بات پر توجہ کریں کہ قرآن کا سلیقہ اور طریقہ اگر آپ کو سمجھ میں آ جائے اگر آپ خدا کو پہچان لیں کہ جس نے کلام کا آغاز ہی نہ صرف رحمت سے کیا بلکہ رحمت سے دو دو لفظ بنائے ایک پر بھی اکتفا (suffice) نہ کیا صرف رحمن پر اکتفا نہ کیا بلکہ رحمن بھی اور رحیم بھی، وہاں پھر کوئی جلالی صفت نہ رکھی جمال ہی جمال ہے۔ جمالی صفات وہ صفات ہیں جو خدا کی مہربانی، عطوفت، غفاریت اور رحمانیت پر دلالت کرتی ہیں جبکہ جلالی صفات اس کے برعکس ہیں جیسے خدا کا غضب، قہاریت اور جبار ہونا وغیرہ۔

---

(۱) سورہ بقرہ آیت 166

اب میرا مجمع میری اصطلاحوں اور الفاظ سے واقف ہو چکا ہے علمی لیول highہو چکا ہے اس لئے مجھے ہر دفعہ توضیح دینے کی ضرورت نہیں۔ بسم اللہ میں دو جمالی صفات ذکر ہوئی ہیں جبکہ کسی جلالی صفت کا ذکر نہیں ہوا کیوں؟

بسم اللہ میں دو جمالی صفات

اس کا فلسفہ یہ ہے کہ جو کچھ میرے رب کی جانب سے ہوتا ہے وہ خیر ہے رحمت ہے حتیٰ امتحان بھی، انتقام بھی، عذاب بھی رحمت الٰہی کی وجہ سے ہے کیونکہ رحیم ہے اس لئے جبار ہے، قدوس ہے، عادل ہے روز جزا کا مالک ہے جہنم بھی خدا کی رحمت کی نشانی ہے ذرا غور طلب بات ہے، ایسا نہیں کہ خدا کا آدھا حصہ رحم و کرم پر مشتمل ہو اور آدھا غضب و انتقام پر، آدھی ذات جلالی ہو اور آدھی جمالی اوصاف کی حامل ہو بلکہ صفات الٰہی میں تقدم اور تاخر ہوتا ہے یعنی ''پہلے'' اور ''بعد'' ہوتا ہے یعنی صفات جمالی سے جلالی اوصاف وجود میں آتے ہیں، پیدا ہوتے ہیں اس لئے بِسْمِ اللّٰهِ الْجَبَّارِ الْمُنْتَقِم نہیں فرمایا بلکہ رحمٰن و رحیم فرمایا۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا نے قرآن میں کبھی ڈرانے والی آیتوں کا ذکر کیا ہے کبھی خوشخبریاں دینے والی کبھی امید دلانے والی، امید دلانے والی آیات کو آیات رجاء کہتے ہیں اور ڈرانے والی آیات کو آیات خوف کہتے ہیں ،کرم و رحمت الٰہی کی انتہا دیکھئے کہ ہمیشہ رحمت و امید کی آیت خوف سے پہلے آتی ہے جیسا کہ دعا میں بھی ہے ؛

يَا مَنْ سَبَقَتْ رَحْمَتُهٗ غَضَبَه.

اے وہ ہستی جس کی رحمت غضب سے پہلے ہے تبھی تو پہلے رحمٰن و رحیم پھر مالک یوم الدین آیا ہے میرے اللہ کا یہ لب ولہجہ قرآن میں جگہ جگہ نظر آتا ہے سورہ حجر میں دیکھ لیں ارشاد ہوتا ہے:

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔(۱)

اے رسولؐ میرے بندوں کو بتا دو کہ میں یقیناً درگزر کرنے والا اور مہربان ہوں پھر فرمایا وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ اور یہ کہ میرا عذاب بھی یقیناً بڑا دردناک عذاب ہے۔ نوید مغفرت و رحمت کو تاکیدی لفظوں انی اور

---

(۱) سورہ حجر آیت 50,49

انسا کے ساتھ ذکر فرمارہا ہے جبکہ عذاب کی فقط خبر دی جارہی ہے تاکہ خوف وامید کے درمیان زندگی بسر ہو سورہ غافر میں ارشاد ہوتا ہے؛

يَاقَابِلَ التَّوْبِ وَيَا شَدِيْدَ الْعِقَابِ(١)

اے توبہ قبل کرنے والا اور شدید عقاب دینے والا۔

اس مرتبہ ماہ رمضان المبارک میں میں نے دعائے جوشن کبیر پڑھتے ہوئے چاہا کہ خدا کی جمالی صفات کو اکٹھا کروں لیکن نہ کرسکی، اس قدر زیادہ ہیں، اس قدر مختلف الفاظ میں ہیں جیسے؛

عَفُوٌّ شَفِيْقٌ رَفِيْقٌ غَفُوْرٌ صَبُوْرٌ وَدُوْدٌ عَطُوْفٌ رَؤُفٌ رَحِيْمٌ حَلِيْمٌ۔

لہٰذا اس طرح تدبر وتفکر کرنے سے ایک معیار ہاتھ میں آجاتا ہے کہ ایسے رب کو چھوڑ کر کہیں اور کیوں جائیں یہ باتیں بہت قیمتی ہیں کیونکہ ان کے سمجھنے سے ہزاروں مسئلے حل ہوجائیں گے لہٰذا میری توجہ اگر رب کی طرف نہیں ہے تو یقیناً میں نے اپنے رب کو نہیں پہچانا اگر رب کی عظمت وقدر و منزلت سے آشنا ہوتی تو اس کے قریب سے قریب تر ہونے کی کوشش کرتی اللہ سے قریب ہونے کے لئے دو راستے بتائے گئے ہیں ایک قرب فرائض ہے یعنی واجبات انجام دے کر دوسرا قرب نوافل یعنی واجبات پر اکتفا نہ کریں بلکہ اور قریب ہونے کی کوشش کریں مستحبات کے ذریعے امام صادق علیہ السلام سے منقول حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے کہ میرا بندہ واجبات سے زیادہ مجھ سے قریب تر مستحبات کے ذریعے ہوتا ہے اس قدر نزدیک ہوجاتا ہے کہ میں اسے چاہنے لگتا ہوں محبت کرنے لگتا ہوں اور عاشق ہوجاتا ہوں اور جب میں کسی کا عاشق ومحب بن جاؤں تو میرا بندہ اس مرحلے تک پہنچ جاتا ہے کہ میں اس کی قوت سماعت وشنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں اس کی قوت گویائی بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور میں ہی اسکا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے؟ اب اگر ایسا بندہ مجھے پکارے تو فوراً لبیک کہتا ہوں کچھ مانگے تو عطا کرتا ہوں۔

---

(١) سورہ غافر آیت 3

فَاِذَا اَحْبَبْتُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يَبْصُرُ بِهٖ وَلِسَانَهُ الَّذِىْ يَنْطِقُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا اِنْ دَعَانِىْ اَجَبْتُهُ وَاِنْ سَأَلَنِىْ اَعْطَيْتُهُ۔(ا)

لہٰذا سرتاج اولیاء امام العارفینؑ سے کسی نے جب یہ سوال کیا کہ مولا آپؑ نے آخر اس قلعہ خیبر کے دروازے کو کیسے اکھاڑا اور چالیس میٹر دور کیسے پھینکا، جبکہ وہ اس قدر وزنی تھا کہ چالیس طاقتورترین افراد مل کر اسے بند کرتے اور کھولتے تھے مولا آپؑ نے کس طاقت سے اکھاڑا؟ سوال کرنے والے نے خوب سوال کیا اور مولا نے خوب تر جواب دیا؛

وَاللّٰهِ مَا قَطَعْتُ بَابَ خَيْبَرَ وَرَمَيْتُ بِهٖ خَلْفَ ظَهْرِىْ اَرْبَعِيْنَ ذِرَاعاً بِقُوَّةٍ جَسَدِيَّةٍ وَلَا حَرَكَةٍ غِذَائِيَّةٍ!

خدا کی قسم میں نے خیبر کے دروازے کو کسی غذائی اور جسمانی طاقت کے ذریعے اکھاڑ کر چالیس میٹر دور نہیں پھینکا بلکہ مجھے ملکوتی اور غیبی قوت اور الٰہی و ایزدی مدد حاصل تھی۔

لٰكِنِّىْ اُيِّدْتُ بِقُوَّةٍ مَلَكُوْتِيَّةٍ وَنَفْسٍ بِنُوْرِ رَبِّهَا مُضِيْئَةٍ۔

مجھے ایک نفس کی مدد حاصل تھی جو اپنے رب کے نور سے منور تھا۔ وہ علیؑ جس کی غذا ایک خرمے سے زیادہ نہ تھی ایسے نفس کی مدد وہ نفس ہمیں بھی وراثت میں ملنا چاہیے۔

(ا) اصول کافی جلد 2 صفحہ 267

پانچویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اَفَلا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا

جہاں قرآن کا ذکر ہورہا ہو، چاہے قرآن صامت کا ذکر ہورہا ہو یا قرآن ناطق کا، وہ جگہ ملائکہ کی آماجگاہ بن جاتی ہے، رحمتوں کا مرکز بن جاتی ہے تبھی تو کہا جاتا ہے کہ علمی مذاکرہ اور علمی محفلیں ہزار قرآن ختم کرنے سے زیادہ ثواب رکھتی ہیں۔ امام حسین کے صدقے ہمیں یہ توفیق مل رہی ہے یا یوں کہیے کہ قرآن ناطق کے طفیل ہم قرآن صامت کے متعلق غور وفکر کر رہے ہیں۔

ایاک نعبد

موضوع سخن وہ سورہ ہے جو Foundation of Quran ہے۔ ابھی تک توحید الٰہی کو سمجھنے میں مصروف تھے یعنی خدائی اوصاف سے آشنا ہو رہے تھے کہ ہمارا معبود وہ ہے جو اللہ ہے۔ رب ہے رحمٰن ہے رحیم ہے مالک ہے۔ اب آہستہ آہستہ صفات الٰہی سے آشنا ہونے کے بعد خود اللہ تک پہنچ گئے ہیں اب صفات کو چھوڑ کر خود ذات الٰہی کو پکارنا ہے وہ بھی کیسے کچھ اس طرح کہ ابھی تک اللہ کو غائبانہ طور پر یاد کر رہے تھے hidden form میں وہ میرا معبود جو اللہ ہے تمام کمالات اس میں موجود ہیں وہ میرا معبود جو عالمین کا رب ہے۔

رحمٰن ہے سب پر رحم کرتا ہے۔

رحیم ہے ہمیشہ رحم کرتا ہے۔

مالک ہے جو دارین کا مالک ہے لیکن قیامت کی مالکیت کی بات ہی کچھ اور ہے۔

لیکن اب لب ولہجہ اور style بالکل بدل جاتا ہے اب انداز گفتگو میں تبدیلی آتی ہے اب اتنی معرفت کے بعد، علم وایمان واقرار کے بعد عبد اس قابل بن جاتا ہے کہ خدا سے مخاطب ہو جاتا ہے کہ ہم صرف اور صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔ کیا ہم نماز میں جب یہ آیت پڑھتے ہیں تو سچ مچ صرف اسی کی عبادت کر رہے ہوتے ہیں

لَایَدْخُلُ الْمَلَائِکَۃُ بَیْتاً فِیْہِ کَلْبٌ اَوْ صُوْرَۃُ الْکَلْبِ۔

جہاں حسد، کینہ، بغض اور گندی سوچ ہو وہاں عالی سوچ، خدائی فکر آ ہی نہیں سکتی۔اب اس آیت میں کیا غور وفکر کرنا ہے اس میں کونسی بات سمجھنے کی ہے؟ دو باتیں ہیں جن پر غور وفکر کرنا ہے کہ کیوں کہا صرف تیری ہم عبادت کرتے ہیں؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ ہم عبادت کرتے ہیں تیری؟

عربی زبان میں عام طور پر پہلے verb پھر subject پھر object آتا ہے نَعْبُدُکَ ہم عبادت کرتے ہیں تیری، جبکہ یہاں برعکس ہے الٹ ہے object پہلے آیا ہے اس کے کچھ reasons ہیں پہلی وجہ یہ ہے کہ معبود کو عابد پر مقدم کیا گیا ہے پہلے خدا، پھر بندے کا ذکر آیا ہے۔دوسری وجہ یہ ہے کہ ترتیب بدلنے سے معانی میں تبدیلی آجاتی ہے اگر کہا جاتا نعبدک تو اس کا سیدھا سیدھا مطلب ہوتا کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں لیکن جب الٹا کہا گیا تو معانی یوں ہوئے کہ صرف اور صرف تیری ہم عبادت کرتے ہیں تو گویا اس ایک جملے میں دو جملے چھپے ہوئے ہیں پہلا جملہ یہ کہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور دوسرا جملہ کہ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے جیسا کہ ہمارے کلمہ توحید میں ہے ''لا الٰہ الا اللہ'' کوئی معبود نہیں سوائے خدا کے، تو اس کو اور بھی مختصر اور مفید طریقے سے فصیح اور بلیغ انداز میں کہا گیا ''ایاک نعبد'' short and sweet جیسا کہ آیۃ الکرسی میں بھی ہے؛

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِاسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی(۱)

پس جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے نہ ٹوٹنے والا مضبوط سہارا تھام لیا۔

تو معلوم ہوا کہ عربی گرامر میں جس لفظ کو بعد میں آنا ہو، پہلے آجائے تو ''انحصار'' monoply کے معانی دیتا ہے یعنی صرف اور صرف۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ شیطان ہمیشہ وسوسہ کرتا ہے لیکن نماز میں یہ پوری فوج اور طاقت کے ساتھ قلب نماز گزار پر حملہ کرتا ہے اور سب سے بڑا حملہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری توجہ بھٹکائے کہ ہم غیر الٰہی چیزوں کو معبود بنائیں اسی

(۱) سورہ بقرہ آیت 256

لئے ذہن میں عجیب وغریب باتیں آتی ہیں تو خدانے پہلے نعبد کہہ کر ہمارے لئے اپنی ذات کو معبود بنادیا یعنی خدا اصل ہے اور عبادت فرع ہے تاکہ شیطان ہمارے لئے معبود نہ بنائے۔ ہم جان لیں کہ تیری عبادت، خدا کی عبادت کررہے ہیں، خداذہن میں ہے نہ دوسرے باطل خیالات۔

دوسری بات جو غورطلب ہے وہ یہ ہے کہ جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا؟

انسان توحید پرستوں کے قافلے کے ساتھ ساتھ ہے کیونکہ قرآن کی تعلیم کے مطابق تمام موجودات الٰہی ،عبدالٰہی ہیں کل کائنات اللہ کی پرستش میں مشغول ہے۔

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا(۱)

جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اس رحمٰن کے حضور صرف بندے کی حیثیت سے پیش ہوگا۔

تو خدایا ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں یہاں خلوص کی انتہا دیکھیے، ہم جنت و دوزخ کی خاطر عبادت نہیں کرتے، نہ ہمیں صرف جنت کا شوق ہے، نہ صرف جہنم کا خوف، اس لئے کہ یہ خود جنت اور جہنم بھی تو عبدالٰہی ہیں وہ بھی اس قافلہ توحید میں شامل ہیں، وہ بھی تیرے حکم کی تعمیل کرنے میں مشغول ہیں، یعنی تیرے ہی حکم سے جنت جنت بنی اور دوزخ بھڑک اٹھی، تو میں کیوں کسی غلام اور بندے کے آگے جھکوں اور اس کو مقصد بنا کر عبادت کروں، میں اس کی عبادت کرونگی جو سب کا آقا اور کل کائنات کا مالک ہے۔ جو اس منزل تک پہنچ جائے وہ لذت معنوی سے آراستہ ہوگا، ایسی لذت جو کسی اور سرمایے سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

عملی توحید

ایک اور بات جو بہت لطیف اور دقیق ہے وہ یہ ہے کہ ابھی مالک یوم الدین کی آیت تک ہم توحید الٰہی میں غوروفکر کررہے تھے جسے نظری وفطری وعقیدتی توحید کہتے ہیں۔ خدا کو واحد و یکتا و یگانہ ماننے کے لئے ہمیں خدا نے بتایا کہ اللہ رحمٰن ورحیم اور رب العالمین ہی نہیں مالک یوم الدین بھی ہے۔

(۱) سورہ مریم آیت 93

لیکن اب پانچویں آیت ایاک نعبد سے ایک اور توحید کا مرحلہ آتا ہے وہ یہ ہے کہ اب جبکہ تو ایک کا ماننے والا ہے تو تجھے خود بھی ایک بننا ہوگا، یعنی توحید عملی۔ توحید نظری نہایت ضروری ہے کہ ایک روز ہے (یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ) جس دن تمام راز فاش ہو جائیں گے۔ اس پر یقین حاصل کرنا، لیکن یہ عقیدہ کافی نہیں، بلکہ یہ تو خود ایک پیش خیمہ ہے، مقدمہ ہے تاکہ خود بھی ایک ہو جائے ایک راہ کی طرف حرکت کرے، ایک رب کے سامنے جھکے، ایک اللہ کی عبادت کرے اور توحید کو عملی جامہ پہنائے، اگر اس مرحلہ تک پہنچ گیا تو پھر ایاک نعبد کہنے کا حق ہے۔

نعبد

عبادت لغت میں Soft، نرم اور مطیع ہونے کو کہتے ہیں جیسا کہ قدیم زمانے میں روڈ نہ تھے پیدل چلنے کی وجہ سے راستے خود بخود بنتے تھے، شروع شروع میں جب کوئی چلتا ہے تو راستے میں پتھر اور کانٹے رکاوٹ بنتے ہیں لیکن چل چل کر آہستہ آہستہ پتھر ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور نرم ہو جاتے ہیں اس قدر مطیع ہو جاتے ہیں کہ پیدل چلنے والوں کے لئے رکاوٹ نہیں بنتے، کسی کو تنگ نہیں کرتے، چبھتے نہیں ہیں، ایسے راستے کو طریق معبد کہا جاتا ہے۔

انسان بھی اگر تسلیم، رام اور مطیع ہو جائے total submission کرے، فرمان الٰہی کے علاوہ کسی کا فرمان نہ مانے صرف خدا کو مانے اور انکار بھی کرے، یعنی خدا کی عبادت کے ساتھ ساتھ دوسروں کی پرستش سے انکار بھی کرے، وہی ایمان اور کفر، جو ایاک نعبد کے جملے میں پنہاں ہے اور اس جملے کا مصداق بن جائے۔

ایاک نعبد

ابھی تک "اللہ" "رحمٰن" "رحیم" اور "رب" مالکیت کی صفات سے آشنائی حاصل کرکے اللہ کو اپنے قلب میں محبوب بنایا ہے لیکن اب صرف وہ محبوب قلبی ہی نہیں بلکہ معبود بھی بن گیا ہے، عقل بھی یہی کہتی ہے کہ خدا کی بندگی کرو، کیوں کہیں اور نہ جاؤ؟ آخر کیا رکھا ہے، صرف اسی کے سامنے جھکو کس لئے؟

اس لئے کہ

1: ہم کمال کے عاشق ہیں اور خدا جامع کمالات ہے، یعنی تمام کمالات جس کے پاس ہیں وہ اللہ ہے۔

2: ہم پیار و محبت و خلوص کے محتاج ہیں اور وہ رحمٰن و رحیم ہے۔

۳: ہمیں مستقبل کی فکر ہوتی ہے، ہر چیز ہمیں پائیدار چاہیے، ایسی job کرنا چاہتے ہیں جس سے زندگی بن جائے، لہٰذا ہمیں کل کی فکر ہے، وہ کل کا بھی مالک ہے (مالک یوم الدین) تو پھر کیوں دوسروں کے پاس جائیں؟

تبھی رسولؐ بلالؓ سے فرماتے ہیں کہ

"اَرِحْنا یابلال" اے بلال مجھے سکون مہیا کرو۔

یعنی جاؤ اذان کے ذریعے مجھے نماز کی دعوت دو۔ (اذان کی فرمائش کے لئے یہ تعبیر فرمایا کرتے تھے)(۱)

(۱) بحار الانوار جلد 79 صفحہ 193

چھٹی مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

لا الٰہ الا اللہ

سورہ حمد درحقیقت توحید کا سورہ ہے جو ہمیں ایک ذات کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ اس نظام کا ہر باب، ہر ورق، ہر صفحہ، ہر جملہ، ہر کلمہ، ہر حرف اور ہر نقطہ بول رہا ہے کہ وہ ایک ہے ایک سے زیادہ نہیں۔ توحید پر ایک مطلب اہل وقت کی نذر کرتی چلوں۔

خدا کی پہچان کبھی موجودات عالم سے حاصل ہو سکتی ہے، رب العالمین ہے، جیسے کہ ہم کسی عظیم انسان کی معرفت اس کی کتابوں سے کرتے ہیں جیسے doctor and philosopher بوعلی سینا کی معرفت ہم اُن کی کتاب ''الشفاء'' اور ''القانون'' سے حاصل کر سکتے ہیں Shakespeare کی معرفت اس کے litratures اس کی books اس کے novels یا اس کے dramas کو دیکھ کر حاصل کر سکتے ہیں۔

علیؑ کی معرفت ان کی کتاب نہج البلاغہ کو پڑھ کر حاصل کر سکتے ہیں کہ کس قدر علیؑ خوش ذوق ہیں۔ اب جبکہ کتاب اتنی فصیح و بلیغ eloquent ہے تو اس کا لکھنے والا کتنا بڑا عالم ہوگا؟ لہٰذا اس کتاب کا خالق اتنا بڑا اور عظیم ہے تو اس کے خالق کا خالق کتنی عظمت والا ہوگا۔ گویا موجودات عالم کتاب الٰہی ہیں آپ بھی ایک کتاب ہیں خود اپنا مطالعہ کریں تو خدا کو پہچان سکیں گے۔ من عرف نفسه فقد عرف ربه

اس کائنات کو دیکھئے یہ بھی ایک ہے، ایک نظام ہے جس میں وحدت ہے، واحد ہے کیونکہ واحد کی مخلوق ہے۔ ایٹم مرکز ہے بہت سی چیزیں الیکٹران electron کے نام سے اس کے گرد گھومتی ہیں ایٹم atom سینٹر ہے اکائی ہے اس کے گرد سب نے گھومنا ہے یہ نظام ارضی ہے۔ اسی طرح نظام شمسی بھی solar system، پہلے کہتے تھے کہ سورج سینٹر ہے اس کے گرد نو یا دس یا بیس سیارے جو آئندہ کشف ہونگے، گھوم رہے ہیں۔ church کی

طرف سے پابندی تھی، وہ سات سے زیادہ کے قائل نہیں تھے، زمین کے گرد سات سیارے گھوم رہے ہیں کیوں؟ ان کی دلیل دیکھئے کیونکہ ہفتے میں سات دن ہیں ایک week میں سات دن ہوتے ہیں انسان کے سر میں سات سوراخ ہیں اس لئے جو بھی سات سے زیادہ کا قائل ہوگا وہ کافر ہے، مرتد ہے، کوئی scientist، کوئی بھی دانشوران کے خلاف بات نہیں کرسکتا تھا انہوں نے اپنے فرسودہ خیالات وتوہمات کو مذہبی رنگ دے کر انہیں دین ومذہب کا حصہ بنادیا تھا۔

پھر معلوم ہوا کہ زمین بھی گھومتی ہے بلکہ سورج مرکز ہے اور زمین اس کے گرد گھومتی ہے تو لوگوں نے نعرے لگانے شروع کردیے کہ جدید انکشاف کے مطابق اسلام کا یہ دعویٰ باطل ہے کہ جو کہہ رہا ہے کہ اَلشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا کہ سورج بھی اپنے مرکز کی طرف حرکت میں ہے جاری وساری ہے اور آج معلوم ہوا کہ حرکت میں نہیں ہے بلکہ سورج خود مرکز ہے اور زمین حرکت میں ہے، لیکن بعد میں انکشافات کے بعد معلوم ہوا کہ ہم نے جلد بازی کی تھی، واقعا الشمس تجری کائنات میں کوئی چیز رکی ہوئی نہیں ہے ہر چیز حرکت میں ہے آسمان زمین، ستارے، تمام اجرام فلکی حرکت میں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سورہ الحمد بھی ہمیں ایک کے سامنے جھکنے کا حکم دے رہا ہے ایاک نعبد صرف ایک کی عبادت کرو۔

انسان در خوئی غلامی ز سگان پست تر است
من ندیدم سگی نزد سگی سر خم کرد

شاعر کہتا ہے کہ انسان غلامی کی عادت میں کتوں سے بھی بدتر ہے اگر جھکنا شروع ہوجائے تو ہر انسان کے مقابلے میں جھک جاتا ہے جبکہ میں نے کسی کتے کو نہیں دیکھا کہ وہ دوسرے کتے کے سامنے جھک گیا ہو۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ دن میں کئی بار سورہ حمد کی تلاوت کرے تاکہ اس بری عادت اور صفت سے نجات حاصل ہو۔ تبھی روایت میں ہے جسے اس دنیا میں بسم اللہ پڑھنے کی عادت ہو تو اس عادت سے مجبور ہو کر قیامت کے دن جب نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا تو پہلے بسم اللہ پڑھے گا تو خدا اس بابرکت جملے کی بدولت اس کو بخش دے گا۔ (سامعین! اپنے دوست احباب کو بتادیجئے کہ) خدانخواستہ اگر کسی کو برے الفاظ بولنے کی عادت ہو تو وہ شخص عزرائیل سے بھی بد

کلامی کرے گا جو اس کے عذاب میں اضافے کا سبب بنے گی۔

ایاک نستعین

''صرف اور صرف تجھ سے مدد مانگتے ہیں''

اب ذرا اس بات پر غور کیجئے کہ رب ذوالجلال نے ترتیب کو کس طرح مدنظر رکھا ہے کہ پہلے حق ادا ہو، پہلے پرستش وبندگی ہو، پھر اس کے بعد کے مرحلے میں حاجت مانگی جانی چاہیے، پھر دعا مانگے۔

کسی جنگ میں رسول اکرمؐ استراحت اور آرام کرنے کے لئے کسی پہاڑی پر تشریف لے گئے آپؐ کو اونگھ آ گئی اسی دوران ایک قوی طاقتور دشمن نے دیکھا کہ نبیؐ سو رہے ہیں تو خوشی خوشی یہ سوچ کر آگے بڑھا کہ میں آسانی سے رسول کو تنہائی میں ختم کر سکتا ہوں (نعوذ باللہ) اور نبیؐ کے سر پر کھڑا ہوا اور اونچی آواز میں فریاد بلند کی اے شخص تم ہی محمدؐ ہو نا؟ فرمایا جی ہاں میں ہی ہوں کہنے لگا اب بتاؤ تجھے بھلا کون مجھ سے بچا سکتا ہے؟ میں ہوں اور تم۔ اس وقت رسولؐ نے بغیر کسی توقف کے فوراً فرمایا، اللہ۔ یہاں پر اللہ کا لفظ اس رعب اور یقین وایمان کے ساتھ نبیؐ کی زبان اقدس سے جاری ہوا کہ ادھر اس دشمن کا پاؤں اچانک کسی پتھر سے ٹکرایا، وہ چاہ رہا تھا کہ پیچھے ہٹ کر زوردار ضرب لگائے لیکن خدا چاہ رہا تھا کہ وہ زمین پر جا گرے اب رسولؐ، وہ ایمان کل، کھڑے ہوئے اور اس کے سر پر کھڑے ہو کر پوچھا اب تجھے کون نجات دے سکتا ہے؟ اب دیکھیں دشمن ہے لیکن نبی کی معرفت رکھتا ہے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے کہا تیرا کرم۔ تو رسولؐ نے اسے معاف کر دیا۔

انسان ایک اجتماعی مخلوق ہونے کے اعتبار سے ہمیشہ دوسروں کا محتاج رہتا ہے، دوسروں کی مدد کی ضرورت رہتی ہے اس لئے قرآن کہتا ہے:

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى(۱)

---

(۱) سورہ مائدہ آیت 2

نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

دوسرے مقام پر قرآن کہتا ہے؛

وَابْتَغُوْ ا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ.

خدا کی طرف (قربت) کا وسیلہ تلاش کرو۔

تو معلوم ہوا کہ صرف خدا سے مدد مانگو یعنی اپنے تمام وجود کو بھی اور ہر چیز کو صرف اور صرف خدا سے وسیلہ جانو، اس کی طاقت، ارادہ، قوت جسم وجان۔ لہٰذا اصل اعتماد، قلبی لگاؤ خدا ہو باقی سب کے سب وسیلے ہیں حتیٰ انسان کا ارادہ۔ تبھی امام علیؑ نے فرمایا؛

عَرَفْتُ اللّٰهَ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ۔

میں نے اپنے رب کو اپنے ارادے کے ٹوٹنے سے پہچانا۔

ساتویں مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

اَفَلا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلافاً کَثِیْراً

ام الکتاب کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مسلمان سورہ حمد پڑھے گویا اس نے کل قرآن کی تلاوت کی اور گویا اس نے ہر مومن و مومنہ کے لئے تحفہ دیا (مجمع البیان) اس لئے مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے اسی سورہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔

اس لئے یہ سورہ رسولؐ کے لئے عظیم افتخار، قابل فخر بن گیا کہ خدا نے فرمایا اے رسولؐ ہم نے تجھے سورۃ الحمد جو کہ سات آیات والی ہے اور جو دوبار نازل ہوئی ہے، دی اور اس طرح قرآن عظیم بھی عنایت کیا۔

وَلَقَدْ آتَیْنَاکَ سَبْعاً مِنَ الْمَثَانِی وَالْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ(۱)

یہ وہ سورہ ہے جس کے نازل ہونے کے بعد شیطان نے فریاد بلند کی اور چیخ کر رونے لگا کیونکہ یہ سورہ انسان کو قوی ایمان دیتا ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم

غیر اختیاری طور پر تمام موجودات عالم، اللہ کی طرف حرکت کر رہے ہیں انسان بھی اسی طرح غیر اختیار رب کی طرف محوِ سفر ہے۔

یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحاً فَمُلاقِیْهِ۔

جبکہ جانوروں کے لئے ایک ہی راستہ بتایا گیا ہے وہ مجبور ہیں اسی پر چلیں آزاد نہیں جبکہ انسان کے لئے سینکڑوں راستے ہیں، لیکن خدا نے ایک لائن سیدھی خود اپنے تک کھینچ لی ہے تبھی ایک دن رسولؐ نے عملی طور پر

---

(۱) سورہ حجر آیت 87

Practicaly اصحاب کو سکھایا کہ کچھ لائنیں زمین پر کھینچیں جن میں چند ٹیڑھی اور ایک سیدھی پھر فرمایا یہ سیدھی لائن

میرا راستہ ہے۔

عربی زبان میں راستہ کے لئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں اور قرآن میں بھی یہ دو الفاظ استعمال ہوئے

ہیں ایک سبیل اور دوسرا صراط (جو چالیس سے زیادہ مرتبہ قرآن میں آیا ہے)

سبیل

سبیل ہر راستے کو کہا جاتا ہے۔ سبیل حق و باطل میں Divide ہو سکتا ہے اس کی جمع آ سکتی ہے لیکن صراط

کی کوئی جمع نہیں ہے۔

صراط

صراط اس راستے کو کہا جاتا ہے جو انسان کو اپنی منزل مقصود تک پہنچائے۔ تبھی عربی زبان میں صراط کی کوئی

جمع ہے ہی نہیں کیونکہ وہ ایک ہی راستہ ہے (ہم اپنے موضوع پر ہیں ہم ایک کو مانتے ہیں ایک کی عبادت کرتے ہیں

تبھی تو ایک ہی راستے پر چلتے ہیں) صراط مختلف اور بہت سے نہیں ہو سکتے جب کہ سبیل بہت سے ہیں۔ جس طرح

نور کی جمع نہیں جبکہ ظلمت کی جمع ہے۔ آیۃ الکرسی میں آپ ہر روز پڑھتے ہیں۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوا یُخرِجُھُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلیٰ النُّورِ.

اور یہاں سے خود بخود ہدایت انبیاء کی ضرورت واضح ہو جاتی ہے صراط اور نور چونکہ ان کی جمع کا صیغہ نہیں

اس لئے مشابہ ہیں۔

صراط کا ایک سرا one end جمال الٰہی تو دوسرا سرا فطرت انسانی کے پاس ہے اور اس فطرت کی

ملاقات خدائے رحیم سے ہوگی۔ رب واحد کا صراط واحد ہی ہو سکتا ہے اور پیغام بھی واحد ہے، تبھی کہتے ہیں کہ اگر تمام

انبیاءؑ کو ایک جگہ اکٹھا کیا جائے تو ان سب کا پیغام ایک ہوگا بدن مختلف ہونگے، نام مختلف ہونگے مکان و زمان مختلف

ہونگے لیکن message ایک ہوگا مقصد و aim ایک ہوگا تبھی خدا بھی قرآن میں کہتا ہے کہ اے میرے حبیب

اِنَّکَ عَلیٰ صِراطٍ مُّسْتَقِیْم کہ تو صراط مستقیم پر ہے کبھی خود اپنے کاموں کو صراط مستقیم کہا اِنَّ رَبِّیْ عَلیٰ صِرَاطٍ

مُّسْتَقِيْم، بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

صراط اور سبیل میں فرق کچھ اس طرح سے بھی سمجھا سکتے ہیں گویا صراط motor way یا high way ہے اور سبیل یعنی عام روڈ۔ صراط اصل اور سبیل فرع ہے ہم سب انسان ایک قافلے اور ایک کاروان کی طرح ہیں جس نے اصل motorway تک پہنچنا ہے لیکن ہر ایک مختلف راستوں سے، گلیوں سے آتا ہے کوئی کسی پوسٹ پر ہے تو کوئی کسی پوسٹ پر، کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی ٹیچر اور اس راستے سے خدا تک پہنچتا ہے کوئی عالم دین ہے تو کوئی lawyer ہے یہ سب سبیلیں ہیں جو صراط تک پہنچاتی ہیں۔ صراط کوئی ظاہری راستہ نہیں جس پر ہمارا جسم چل سکے بلکہ ہمارے اندر کا سفر ہے جیسے کہ درخت جب بڑا ہوتا ہے تو اس کی Quality اور Quantity میں تبدیلی آجاتی ہے تو ایسا نہیں کہ کوئی رنگ ہو اور پھل ہو اور اس درخت سے لگایا جائے بلکہ درخت کے اندر ایک حرکت پیدا ہوتی ہے ترقی کرنے کے لئے، تو اس حرکت سے رنگ اور taste بن جاتا ہے بالکل اسی طرح عدالت و شجاعت و ایمان، باہر پڑی ہوئی ایک چیز نہیں ہے بلکہ نفس اپنی حرکت سے سفر طے کر کے ان Qualities کو اپنے اندر پرورش دیتا ہے، پس جس نے دین پر مکمل عمل کیا تو وہ خود صراط مستقیم ہو گیا تبھی معصومین علیہم السلام فرماتے ہیں کہ

وَاللّٰهِ نَحْنُ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ۔

دین اور دین پر چلنے والے صراط مستقیم بن گئے، لوگ ان کی پیروی کرنے لگے جبکہ دوسری طرف ظالمین صراط سے بھٹکنے والوں کے بارے میں قرآن کہہ رہا ہے کہ وہ خود جہنم کا ایندھن بن جائیں گے؛

وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَباً (۱)

ظالم کے لئے الگ سے کوئی لکڑی ایندھن کے طور پر نہیں جلائی جائے گی بلکہ وہ خود ایندھن بن جائے گا ایسا ایندھن جو کبھی بھی نہیں بجھے گا ہمیشہ جلتا رہے گا، تبھی قرآن نے کہا: ظالم آگ کی اولاد ہے اور آگ ان کی ماں ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ (۲)

---

(۱) سورہ جن آیت 15 (۲) سورہ قارعہ آیت 8

صراط اور احادیث:

صراط ایک تاریکی ہے ہر کوئی اپنے نور (جو اعمال سے حاصل ہوتا ہے) کے مطابق گزر سکے گا اور نور معرفت امامؑ (جو خود صراط ہے) سے حاصل ہوتا ہے۔ جس کی جتنی معرفت زیادہ ہوگی صراط بھی اتنا ہی منور ہوتا جائے گا اور پھر چلنا آسان ہوگا، جس کے پاس معرفت امام نہ ہو وہ جاہل ہے اپنی عاقبت کے بارے میں اس کے قدم ڈگمگائیں گے جیسا کہ امام صادقؑ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے ہیں:

اَلصِّرَاطُ اَدَق مِنْ شَعْرٍ وَ اَحَدُّ مِنَ الصَّیْفِ۔

بال سے زیادہ نازک اور تلوار سے زیادہ تیز اور رات سے زیادہ تاریک ہوگا۔

مِنْهُمْ مَنْ یَمُرُّ عَلَیْهِ مثل الْبَرق.

کچھ ایسے ہونگے جو بجلی کی سی تیزی کے ساتھ گزر جائیں گے

مِنْهُمْ مَنْ یَمُرُّ عَلَیْهِ حبواً.

کچھ ایسے ہونگے جو رینگتے ہوئے جائیں گے۔

مِنْهُمْ مَنْ یَمُرُّ عَلَیْهِ مثل عَدَد الْفَرَس.

کچھ ایسے ہونگے جو گھوڑے کی رفتار سے گزر جائیں گے۔

مِنْهُمْ مَنْ یَمُرُّ عَلَیْهِ مَاشِیاً .

کچھ ایسے ہونگے جو چل کر گزر جائیں گے۔

مِنْهُمْ مَنْ یَمُرُّ عَلَیْهِ مُتَعَلِّقاً فَتَاْخُذُهُ النَّارُ مِنْهُ شَیْئًا وَتَتْرُکُ شَیْئًا.

کچھ لٹکتے ہوئے گزریں گے اس طرح کہ ان کا کچھ حصہ آگ میں اور کچھ حصہ باہر ہوگا۔

صراط المستقیم

صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس میں نہ افراط سے کام لیا گیا ہو اور نہ ہی تفریط سے، بلکہ فطرت کے بالکل مطابق ہر دلپسند اس طرح کہ اگر حجاز کا جاہل ہو تو بھی پسند کرے، اگر جاپان کا کافر ہو تو بھی پسند کرے اور اگر امریکہ کا

سرکش شخص بھی ہو تو اسے پسند کرے لیکن ہاں ایک شرط کے ساتھ کہ فطرت سالم ہو وگرنہ مریض ہو تو نہیں۔ جیسا کہ بارہ گھنٹے کے بعد کسی کو بھوک نہ لگے تو وہ مریض ہے ورنہ نارمل انسان کو تو بھوک لگتی ہے، لہٰذا اگر فطرت سالم ہو تو ایسی فطرت قانون مانگتی ہے وہ بھی مستقیم قانون، لہٰذا پورا قرآن بول رہا ہے کہ میں قانون ہوں، زمان اور قوم وملت نہیں دیکھتا بلکہ یہ دیکھتا ہوں کہ کون انسان ہے۔

آٹھویں مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِo

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا

توحید

صراط مستقیم پر چلنا در حقیقت توحید عملی ہے لہذا اس راستے پر ثابت قدم رہنے کیلیے خدا کی معرفت ضروری ہے کہ جسکا ایک راستہ آپ کو بتایا کہ موجودات و آیات الٰہی کے ذریعے ہے یعنی آپ خدا کی مخلوقات کو دیکھ کر خدا کی معرفت حاصل کرتے ہیں اور دوسرا طریقہ وہ خود رب کے ذریعے، خود اللہ کے ذریعے اللہ کی شناخت ہے جو ذرا دقیق مطلب ponderable point ہے (لیکن نہایت مفید) اس کے لئے introduction کی ضرورت ہے، ایک تمہید درکار ہے، وہ یہ ہے کہ ہم دو طرح کے جملے بولتے ہیں۔

ا۔ کبھی ایسے جملے ادا کرتے ہیں جہاں "خبر" کو ثابت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے "علیؑ مہربان ہے" مہربانی جو ایک اچھی صفت ہے وہ علیؑ کے لئے ثابت کرنا چاہتے ہیں پس یہاں دو باتیں ہیں ایک علیؑ ہے اور ایک مہربانی یہ جملہ ترکیبی جملہ ہے (یہ علماء کی اصطلاح term ہے)

۲۔ لیکن کبھی آپ ایسے جملے بولتے ہیں جہاں کچھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے آپ کہتے ہیں دائرہ گول ہوتا ہے circle is round اسی طرح triangle کے تین angles ہوتے ہیں، یہاں دائرے کے لئے گول ہونا اور مثلث کے تین زاویے ہونے کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ جملہ ادا کرتے ہی ثابت ہوتا ہے۔ پس اسی طرح جب آپ کہتے ہیں کہ خدا موجود ہے تو اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے خدا یعنی کیا خدا یعنی حقیقت وجود existance in reality موجود یعنی کیا؟ ہونا، وجود رکھنا، اس جملے کے معانی کچھ یوں ہوئے کہ حقیقت وجود، وجود رکھتی ہے۔

مطلب ذرا مشکل ہے اس کو سمجھنے کے لئے مثال کی ضرورت ہے، ایرانی شاعر مولوی نے کیا خوب مثال

دی ہے جیسے ایک شخص ہاتھ میں چراغ لئے، torch لئے دن کے وقت سورج کے تلاش میں نکلا کسی نے اس سے کہا: ارے بھائی! دن کے وقت ہاتھ میں چراغ لئے سورج کو ڈھونڈ رہے ہو یہ کہاں کی عقل ہے؟ یہ کہاں کی logic ہے اگر سورج کو پانا ہے تو چراغ کو بجھا کے اوپر کی طرف سر اٹھا کے دیکھو خود بخود نظر آئے گا، سورج اپنی دلیل آپ ہے۔ چراغ سورج کا پتہ کیسے بتائے گا سورج خود اپنے آپ کو دکھاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ

ہشام بن حکم نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سوال کے جواب میں کہا:

بَلِ الْاَشْیَاءُ یُعْرَفُ بِاللّٰهِ.

خدا موجودات کی پہچان کا ذریعہ ہے، اللہ کے ذریعے عالم کو پہچانا جاتا ہے نہ چیزوں کے ذریعے اللہ کو۔

یہ سن کر امام صادق صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا احسنت یا ہشام شاباش اے ہشام۔ اسی معرفت کی وجہ سے جب ہشام آتے تو امام کھڑے ہو جاتے اور ان کے لئے اپنی عبا بچھاتے، ان کو جگہ دیتے تھے جبکہ اس جوان عالم کی اس وقت عمر سولہ سترہ برس بتائی جاتی ہے۔

آئیں ائمہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کہ دعاؤں میں توحید الٰہی کی تلاش کرتے ہیں دعائے ابوحمزہ ثمالی اٹھا کر دیکھ لیجئے بِکَ عَرَفْتُکَ اے اللہ میں نے تجھے تیرے ہی ذریعے پہچانا ہے I have know you but through yourself (کیونکہ تجھ سے زیادہ کون سی ذات روشن اور واضح ہے) دعائے صباح اٹھا کر دیکھئے ،یَا مَنْ دَلَّ عَلٰى ذَاتِهٖ بِذَاتِهٖ ۔ اے وہ جو اپنی ذات پر اپنی ذات کے ذریعے دلالت کرتا ہے۔ دعائے عرفہ میں امام العارفین کے فرزند امام حسینؑ یوں فرماتے ہیں؛

اَیَکُوْنُ لِغَیْرِکَ مِنَ الظُّھُوْرِ مَا لَیْسَ لَکَ حَتّٰى یَکُوْنَ ھُوَ الْمُظْھِرُ لَکَ۔

اے میرے پروردگار کیا تجھ سے زیادہ کوئی چیز روشن اور واضح ہے جو تجھے روشن کر سکے۔

صراط الذین انعمت علیہم

یہ تولیٰ کہ آیت ہے اور غیر المغضوب سے تبریٰ ہے۔ یہاں نعمت پانے والے کون ہیں؟ اور اسی بات سے

یہ بھی اندازہ ہو جائے گا کہ نعمت کسے کہتے ہیں جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَلْقُرآنُ یُفَسِّرُ بَعْضُهُ بَعْضَهُ.

قرآن کی آیتیں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں۔اس آیت کی تفسیر سورہ نساء میں کی گئی ہے

مَنْ یُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا(۱)

امالی شیخ طوسیؒ کے مطابق انصار کے ایک فرد نے رسولؐ سے کہا کہ آپ کی جدائی برداشت نہیں ہوتی جب گھر جاتا ہوں تو آپؐ کو یاد کرتا ہوں اور دل چاہتا ہے کہ دنیا کا کاروبار چھوڑ کر آپ کی محبت بھری نگاہوں کا دیدار کرتا رہوں پھر سوچا کہ قیامت کے دن آپ تو جنت کے اعلیٰ علیین میں ہونگے تو کیسے آپ کی زیارت کر سکوں گا؟اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسولؐ خدا نے اس انصاری کو بلا کر یہ بشارت سنادی:

(اور جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کریں وہ ان انبیاؑ،صدیقین،شہداء اور صالحین کے ساتھ ہونگے جن پر اللہ نے انعام کیا اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں) تو معلوم ہوا نعمت دراصل نبوت وصداقت وشہادت اور عمل صالح ہے جب کہ جنہیں ہم نعمتیں سمجھتے ہیں وہ ظاہری نعمتیں ہیں جیسے مال اور اولاد، مال کے بارے میں سورہ کہف میں ارشاد ہوتا ہے؛

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا(۲)

مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔

اور سورہ شعراء میں ارشاد ہوتا ہے:

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ(۳)

---

(۱) سورہ نساء آیت 96 (۲) سورہ کہف آیت 64

(۳) سورہ شعراء آیت 68

جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ ہی اولاد سود مند ثابت ہوگی۔

نعمت ظاہری زمین اور باغ کا ہونا ہے جسے خدا مومن کی زینت نہیں بلکہ دنیاوی زینت سمجھتا ہے اور سورہ کہف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَى الۡاَرۡضِ زِيۡنَةً لَّهَا لِنَبۡلُوَهُمۡ اَيُّهُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا (۱)

روئے زمین پر جو کچھ ہے اسے ہم نے زمین کے لئے زینت بنایا تا کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے؟

لہٰذا زمین پر دلفریب چیزیں انسان کی آزمائش کے لئے ہیں انسانی زینت کے لئے نہیں، بلکہ انسانی زینت ایمان سے ممکن ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے:

لٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيۡكُمُ الۡاِيۡمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِىۡ قُلُوۡبِكُمۡ

خدا نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب قرار دیا ہے اور ایمان کے ذریعے تمہارے دلوں کو زینت بخشی ہے۔

یعنی قلوب کی زینت ایمان ہے۔ تبھی یہ ظاہری نعمتیں صدیقین کو یا تو بالکل نہیں ملیں یا بہت مشکل سے ملی ہیں جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت زکریاؑ کو اولاد کے ذریعے امتحان کیا گیا حضرت ایوبؑ کو جسمانی لحاظ سے امتحان میں رکھا گیا اور ختم الرسلؐ کو مال کے ذریعے۔ جبکہ یہی مال اور بنون سورہ قلم آیت ۱۴ کے مطابق مغضوبین اور ضالین کو نہایت آسانی سے دیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مومن کے لئے ظاہری نعمتیں نعمت نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کو غافل کر دے گویا صراط مستقیم سے ہمیں بھٹکاتے ہیں۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ خدا کا انداز گفتگو کچھ اس طرح ہے کہ پہلے وہ رحمت کی باتیں کرتا ہے پھر غضب، یہاں بھی اس ترتیب کو مدنظر رکھا گیا ہے پہلے نعمت کا ذکر ہے پھر غضب اور ضلالت کا، اور دوسری بات یہ ہے کہ خدا نے فرمایا انعمتَ اے خدا تو نے انعام سے نوازا جبکہ اس انعمت کے مقابلے میں غضبتَ کہنا

---

(۱) سورہ کہف آیت 7

چاہیے تھا اور اضللت کہنا چاہیے تھا یعنی اے خدا نے تو غضب نازل کیا اور تو نے گمراہ کیا۔ نہیں کہا گیا بلکہ لفظ مغضوب استعمال کیا گیا یعنی خدا کی جانب سے سوائے خیر و رحمت کے کچھ نازل نہیں ہوتا غضب وہ عذاب ہے جو لوگ خود اپنے سوء اختیار سے انتخاب کرتے ہیں۔ دیکھیے جناب ابراہیمؑ بھی توحید کے آداب کی رعایت کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

اِذا مرضت فَهُوَ يَشْفِيْنِ (۱)۔

جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

جبکہ شیطان نے کہا:

رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِي (۲)

پروردگار! تو نے مجھے بہکایا ہے۔

ایک اور نعمت، نعمتِ ولایت ہے جیسا کہ قرآن میں خدا فرماتا ہے:

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (۳)

پھر قیام کے دن ان سے نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ نعمت ہم ہی ہیں۔

یہ نعمت ابدی نعمت ہے ایسی نعمت کہ جس کی وجہ سے تا ابد کے لئے دشمن مایوس ہو گیا:

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔

آج کے دن کافر مایوس ہو گئے۔

---

(۱) سورہ شعراء آیت 80

(۲) سورہ حجر آیت 39

(۳) سورہ تکاثر آیت 8

غدیر کے مقام پر جب اس عظیم نعمت کا اعلان ہوا تو گویا نبیؐ نے یوں فرمایا کہ:

من تو شدم تو من شدی — من تن شدم تو جاں شدی
پس کس نگوید بعد ازیں — من دیگرم تو دیگری

نویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ وَلَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا

سورہ حمد کا خلاصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔یعنی ہر کام کا آغاز نام الٰہی سے ہو تا کہ اس کا اختتام بابرکت ہو۔

الحمد للہ رب العالمین ۔تمام نعمتیں اس کی جانب سے ہیں اور تمام موجودات کی تربیت کرنے والا خدا ہے۔

الرحمٰن الرحیم ۔خلقت، تربیت اور حاکمیت کی foundation رحمت اور رحمانیت پر ہے۔ تربیت بھی رحمت سے وابستہ ہے تبھی تو ماں کو بھی مہربان اور دلسوز خلق کیا گیا۔

مالک یوم الدین ۔معاد وقیامت کی یاد دلاتا ہے۔

ایاک نعبد وایاک نستعین ۔عبادات میں، افعال میں اور تمام امور میں توحید کا درس دیتا ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم ۔تمام ہدایتیں اللہ کی طرف سے ہیں اور بندے کو ہدایت کی ضرورت پر توجہ دلائی ہے۔

بے شک سورہ حمد ایک مختصر سا سورہ ہے مگر معانی ومطالب کے لحاظ سے ایک بہت بڑا وسیع سورہ ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ تمام علوم آسمانی کتابوں میں ہیں۔ توریت، زبور، انجیل اور قرآن ۔اور قرآن تمام علوم پر حاوی ہے اور قرآن کے تمام علوم سورہ مبارکہ فاتحہ میں ہیں۔

کتاب اللؤلؤ والمرجان میں ہے کہ عبدالرحمٰن سلمی نے جناب علی اکبرؑ کو سورہ الحمد کی تعلیم دی جب علی اکبرؑ نے اپنے بابا کے سامنے اس سورے کی تلاوت کی تو امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے استاد کو اس قدر زیادہ انعام سے نوازا اور عزت دی کہ لوگ حیران ہو گئے کہ ارے اتنا اجر صرف ایک سورے کے لئے؟ تو امامؑ نے جواب دیا کہ یہ تحائف کہاں اور عبدالرحمٰن کی تعلیم کہاں، یہ ختم ہونے والی چیزیں ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہنے

والی (۱)

غیر المغضوب علیہم ولا الضالین.

خداوندا ہمیں اس راستے پر رکھ جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل کی اور نعمت امام علی کی نظر میں آپ کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کیا خوب فرمایا؛

كُلُّ نَعِيمٍ دُوْنَ الْجَنَّةِ فَهُوَ مَحْقُوْرٌ
كُلُّ بَلَاءٍ دُوْنَ النَّارِ عَافِيَةٌ

ہر وہ نعمت جو جنت سے دور کرے نعمت نہیں ہے بلکہ حقیر ہے اور ہر وہ مشکل جو جہنم سے دور رکھے نعمت ہے۔

دوسرے مقام پر مولاؑ یوں فرماتے ہیں؛

مَا خَيْرٌ بِخَيْرٍ بَعْدَهُ النَّارُ
مَا شَرٌّ بِشَرٍّ بَعْدَهُ الْجَنَّةُ

لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ قوم غضب شدہ ہے جو ایسے اعمال انجام دے جو انہیں اللہ کی خوشنودی سے دور کرے تبھی مولاؑ نے فرمایا کہ اس چیز میں خیر ہی نہیں جو انسان کو دوزخ کی آگ کی طرف لے جائے اور وہ کام شر اور برا ہی نہیں جو انسان کو جنت کی طرف لے جائے۔ مولاؑ کے یہ اشعار ہمارے طرز تفکر کی اصلاح کر رہے ہیں ہمیں سعادت و شقاوت کی پہچان بتا رہے ہیں جس کے ذریعے ہمیں نعمت اور غضب کی معرفت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر اس دنیا میں نفس پہ کنٹرول کیا جائے مثلاً میوزک سننے کو ہم مزا سمجھتے ہیں لیکن اس مزے کو اللہ کی خاطر انجام نہ دیں تو پروردگار عالم کا وعدہ ہے کہ وہ بہترین انداز میں اس اطاعت کی جزا دے گا جیسا کہ روایت میں ہے کہ جنت کے درختوں کو حکم

(۱) اللؤلؤ والمرجان صفحہ 44

ملے گا کہ اہل بہشت کے لئے موسیقی بجائیں اور حضرت داؤد کو جنت کے گلوکار کا لقب دیا گیا ہے وہ اس طرح سے گائیں گے کہ اہل دنیا اس کا ایک سُر بھی برداشت نہیں کر پائیں گے۔

اسی طرح اگر نامحرم سے نامشروع روابط نہ ہوں تو وہ حور العین کا مستحق ہوگا۔ شہید دستغیب اپنی کتاب میں یوں لکھتے ہیں کہ حور سے مراد مرد اور عورت دونوں ہو سکتے ہیں کیونکہ حور کے معانی بڑی آنکھوں والے کے ہیں جو دونوں (مرد اور عورت) کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔

کتاب کبریت احمر میں یہ حدیث منقول ہے کہ جنت میں ایک محل ہوگا جس میں ستر ہزار گھر ہونگے ہر گھر میں ستر ہزار بستر ہونگے ہر بستر پر حوریں ہونگی اس قدر حسین حوریں کہ ان کی ایک جھلک حضرت یوسفؑ میں تھی جن کو دیکھ کر لوگ بے تاب ہو جاتے تھے ان حوروں کے سیدھے گال پر محمد رسول اللہؐ، الٹے گال پر علی ولی اللہؑ، پیشانی پر حسینؑ، ٹھوڑی پر حسنؑ اور لبوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہوا ہوگا۔

غضب شدہ سے مراد اہل یہود ہیں اور ضالین سے مراد عیسائی ہیں کیونکہ جس طرح ہم امت محمدی آخری امام کا انتظار کر رہے ہیں اور یہ انتظار ہمارے مذہب کا حصہ ہے بالکل اسی طرح عیسائی بھی آخری نبی کا انتظار کر رہے تھے اور وہ اس طرح سے نبیؐ کے بارے میں جانتے تھے جس طرح والدین اپنی اولاد کے بارے میں جانتے ہیں لیکن اس کے باوجود جب انھوں نے انکار کیا تو وہ ضالین گمراہ ہو گئے تبھی کہا جاتا ہے کہ صرف اس گناہ کا عذاب ہے جو عالماً عامداً کیا جائے یعنی جانتے ہوئے جان بوجھ کر کیا جائے۔ لہٰذا اگر نہ جانتے ہوئے یا بھول کر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کا عذاب نہیں ہے۔

(دوسرا حصہ)

فاطمہؑ شناسی

(شارجہ میں پڑھا جانے والا عشرہ)

انسیہ حوراء

☆جن کے مربی رسولؐ خدا

☆جن کا باطن شب قدر

☆جن کا صحیفہ کتاب ائمہ کا خزانہ

☆جن کا کاتب علیؑ

☆جن کو تسلی دینے والے جبرئیلؑ

☆جن کا نور مسجودِ ملائک ☆جن کی چھت عرش الٰہی

☆جن کی خادمہ مریمؑ و آسیہؑ ☆جن کا دوست و ہمدم وحی الٰہی

☆جن کی حقیقت جنت کا پھل ☆جن کی حقیقت جنتی کوثر

☆جن کی تسبیح افضل عبادات

☆جن کے تعارف کروانے والے رسولؐ

☆جن کی عبادت موجب لذت ملائکہ

☆جن کے ساقی رب ذوالجلال

پہلی مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ(۱)

کسی بھی دن کی اہمیت اور عظمت اس شخصیت کی وجہ سے ہوتی ہے جس سے وہ دن منسوب ہوتا ہے اس مہینے کی عظمت اور اہمیت اس سے related personality کی وجہ سے ہے جن کے لئے یہ ایام مختص ہیں۔ یہ مجالس طہارت وعظمت کی ان نہروں کی مانند ہیں جو ہماری فکر کے باغ اور دل کے گلستان کو سیراب کرتی ہیں، شاداب کرتی ہیں۔ مردوں میں روح ڈال دیتی ہیں، مایوس افراد کو امیدوار بنا دیتی ہیں۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ حَدِیۡثَنَا یُحۡیِ الۡقُلُوۡبَ (۲)

ہماری باتیں، ہماری سوچیں ہماری یادیں، مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی ہیں۔ یہ شفاخانہ ہے، یہ امام کی بارگاہ ہے آپ امام کے گھر مہمان بنے ہوئے ہیں۔

فاطمہؑ شناسی کے عنوان سے ہم نے ان چند دنوں میں گفتگو کرنی ہے جس کا انتخاب بہت ہی غور وفکر کے بعد ہوا ہے کیونکہ فاطمہؑ وہ ہستی ہیں کہ جن کی مکمل شناخت ناممکن ہے بھلا پورے دریا اور سمندر کو کسی کوزے میں سمویا جاسکتا ہے؟ شناخت ومعرفت تو دور کی بات اگر ثنائے فاطمہؑ کرنا ہے تو وہاں بھی ہمیں غیبی مدد کی ضرورت ہے خود سیدہؑ کی نظر کرم چاہیے کہ کچھ کہہ سکیں۔

طلقہؑ مرا مگر روح قدس مدد کند تا کہ ثنائے حضرت سیدہ نساءؑ کند

---

(۱) سورہ حشر آیت 9 (۲) بحار الانوار جلد 2 صفحہ 144

روح قدس اگر میری زبان کی مدد کرے تو تب میں حضرت فاطمہؑ زہرا کی مدح کر سکوں گی۔

حضرت فاطمہؑ وہ ملکوتی ہستی ہیں وہ نور خدا ہیں جن کے تعارف کروانے کے لئے، جن کی پہچان و معرفت کروانے کے لئے اللہ یہ ذمے داری افضل بشر سید الرسلؐ کو دے رہا ہے۔ تبھی تو وہ دہن اقدس اور لبِ اقدس جو وحی الٰہی کے بغیر جنبش نہیں کرتے، عظمت کبریٰ فاطمہ زہراؑ کی ثناء میں بار بار جنبش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آغاز ولادت زہراؑ سے ہی میرے نبیؐ جب کبھی کوئی مناسب وقت فرصت پاتے تو حبیبہ خدا نور خدا کی فضیلت میں سخن کے لئے لب کشائی فرماتے یہ وہ لب ہیں جو صرف رضا الٰہی کے لیے حرکت میں آتے ہیں۔

ایک مرتبہ مرسل اعظمؐ، فاطمہ زہراؑ کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر سے باہر نکلے اور باہر مسلمانوں کے ایک گروہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں تم میں سے جو بھی اس بچی کی معرفت ہیں رکھتا وہ آج پہچان لے کہ یہ بچی فاطمہؑ بنت محمد ہے۔

هِیَ قَلْبِی وَ رُوْحِیْ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبِیْ.

یہ بچی میرا دل اور روح ہے جو دو پہلو کے درمیان ہوتی ہے۔

یہ ان کا کلام ہے،

جن کی باتیں عین حکمت ہیں۔

جن کی رفتار عین حقیقت ہے۔

جن کا کردار عین رضائے الٰہی ہے۔

لہٰذا جس نبی کی عمر مبارک، زندگی مبارک ایک شخصیت کو پہچنوانے میں گزری ہو، ایک ذات کے تعارف میں بسر ہوئی ہو ہم اس ہستی کی معرفت کہاں حاصل کر سکتے ہیں وہ ہستی جن پر جبرئیل تسلی دینے کے لئے نازل ہوتے تھے۔ اس روح عظیم کی معرفت کیسے حاصل ہو، فاطمہؑ وہ ہستی جن کے بارے میں معصوم فرما رہے ہیں:

نَحْنُ حُجَّةُ اللهِ عَلَی الْخَلْقِ وَفَاطِمَةُ حُجَّةٌ عَلَیْنَا.

ہم لوگوں کے لئے خدا کی طرف سے حجت ہیں نمونہ عمل ہیں، آئیڈیل ہیں اور جناب فاطمہ زہراؑ ہمارے

لیے نمونہ عمل ہیں ہماری آئیڈیل ہیں۔

جو ائمہ کی اسوہ کاملہ ہو جو ائمہ کی آئیڈیل ہو گویا معصوم فرمارہے ہیں کہ تمہارے مشکل کشا علیؑ ہیں اور ہم ائمہ کی مشکل کشا فاطمہؑ ہیں۔ یہ ہیں فاطمہؑ۔ کیا اس فاطمہؑ کی معرفت ہمیں حاصل ہے؟ کیا یہ فاطمہؑ ہماری آئیڈیل ہیں؟ اس فاطمہؑ کی مختصر سی شناخت حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔

فاطمہ زہراؑ محشر کی شفیعۂ اعظم intercessor

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت فاطمہؑ کو شفاعت کا ایسا حق دیا ہے ایسا حق کہ تمام شافعین میں شافعۂ محشر کا نام سورج کی طرح چمک رہا ہے، سب سے نمایاں ہے۔ ایسی بے مثال شفاعت، لاثانی شفاعت کا وعدہ رب کی طرف سے سیدہؑ کے لئے ہے جو اس قدر وسیع پیمانے پر ہوگی جس شفاعت کے ذیل میں نہ صرف سیدہؑ کے چاہنے والے محبین شامل ہونگے بلکہ محبین کے محبین بھی اس دامن شفاعت میں داخل ہونگے لہٰذا ام الائمہ سے خدا نے ایسی شفاعت کا وعدہ کیا ہے جو کسی اور کے لئے نہیں جو صرف جناب فاطمہؑ سے مخصوص ہے کسی اور شافع کے لئے نہیں ہے آخر اس ''کسی اور'' میں نبی بھی شامل ہیں وصیِ نبی بھی شامل ہیں اس میں کیا راز ہے انشاء اللہ ہماری آئندہ کی گفتگو میں واضح ہو جائے گا۔

پہلے شفاعت کا ایک scene جو احادیث میں ہمارے لئے کھینچا گیا ہے دیکھئے۔ عالم محشر کے اس نفسا نفسی کے عالم میں اور وحشتناک وقت میں اچانک عرش الٰہی سے ایک لرزا دینے والی صدا بلند ہوگی جبرئیل کی اس آواز سے ہر طرف خاموشی چھا جائے گی؛

غُضُّوا اَبْصَارَكُم حَتّٰى تَجُوزَ فاطمةُ بنت محمدٍ۔

اپنی نگاہیں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنت محمدؐ گزر جائے۔

اس حکم الٰہی سے تمام انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور سب کے سب احترام سے اپنی نظریں جھکا دینگے اب فاطمہؑ کی سواری جبرئیل کی راہنمائی سے ہزار فرشتوں کے پروں پر سوار ہو کر عرش الٰہی کے سامنے آ کر رک جائے گی پھر حضرت فاطمہؑ فرمائیں گی؛

الهی سَیِّدی ذُرِّیّتی شِیعَتی شیعۃُ ذریتی ومُحِبّی ومُحِبُّ ذریتی !

اے میرے رب اے میرے آقا میری اولاد کا کیا ہوگا میرے شیعوں کی عاقبت کیا ہوگی میرے شیعوں کی اولاد کہاں ہے؟ (نہ صرف یہ بلکہ فرمائیں گی) میرے چاہنے والے کہاں ہیں اور میرے چاہنے والوں کی نسل کہاں ہے؟ تو خدائے رحیم کی جانب سے سیدہ محشر کے جواب میں آواز بلند ہوگی:

اَینَ ذُرِّیّۃُ فاطمۃَ وشیعتُھا و مُحِبُّوھا ومُحِبُّو ذریّتِھا (۱)

کہاں ہے فاطمہؑ کی اولاد کہاں ہیں ان کے پیروکار کہاں ہیں ان کے محبین اور ان کے محبین کی نسل سب کو بلاؤ۔ فوراً رحمت الٰہی کے فرشتے ان سب کے سب کو اپنی رحمت کی لپیٹ میں لے لیں گے اب شفیعہ اعظم اتنے عظیم قافلے کاروان کی امامت رہبری اور guaiding کرتے ہوئے جنت کی طرف جائیں گی اور یہ خوش نصیب گروہ سیدہ فاطمہؑ کی اقتدا میں جنت میں داخل ہونگے (خدایا، بارالہا! ہمیں بھی اس خوش عاقبت اور خوش نصیب گروہ میں شامل کردے اس ذکرِ شافعہ محشر کے صدقے میں)

دوسری حدیث کچھ یوں سین کھینچ رہی ہے کہ ہزار فرشتے اپنے پروں پر شافعہ محشر جناب سیدہؑ کو اٹھا کر جنت کے دروازے تک پہنچائیں گے شافعہ اعظم صحرائے محشر کی طرف متوجہ ہونگی اور کھڑی رہیں گی رب رحیم سوال کرے گا اے میرے حبیب کی بیٹی اب تو اذن دخول ہے جنت میں جانے کا وقت ہے اب کیوں رک گئی ہیں؟ سیدہؑ فرمائیں گی اے میرے رب میں اپنا مقام آج دیکھنا چاہتی ہوں (گویا فرمائیں گی اے رب تو نے کہا تھا کہ تو میرے خوش ہونے سے خوش ہوتا ہے تو آج مجھے خوش کردے اور آپ کو معلوم ہے سیدہؑ کھلے دل کی مالک ہیں بہت زیادہ دے کر خوش ہو جاتی ہیں سب کی شفاعت کریں گی اگر ہمارے گناہوں سے وہ ناخوش ہیں تو اس لئے کہ ہمیں اعلیٰ درجہ نہیں ملے گا انہیں ہماری عاقبت کی فکر ہے) تبھی خدا کی طرف سے خطاب ہوگا اے فاطمہؑ! اہل محشر کے دلوں پر نگاہ ڈالو اک اک کے دل کو دیکھو (نہ زبان کو) اگر ذرہ برابر بھی اپنی یا اپنی اولاد کی دوستی کے آثار دکھائی دیں

---

(۱) امالی شیخ صدوقؒ صفحہ 25

تو صاحب دل کے ہاتھ کو تھام لو اور اسے جنتی بنا لو۔ روایت میں آگے ہے کہ خدا کی قسم اس وسیع شفاعت wide intercession میں سب شامل ہو جائیں گے سوائے بیمار دل، سیاہ دل اور سنگدل کفار کے۔

شفیعۂ اعظم ہونے کا راز اور فلسفہ

آخر کیسے ختم الرسلؐ، سید الائمہؑ کے ہوتے ہوئے شفاعت کا سب سے عظیم درجہ جناب سیدہؑ کو مل رہا ہے کیا؟ رسالت اور امامت کا مرتبہ زیادہ اعلیٰ نہیں ہے؟ تو پھر کیوں جناب سیدہؑ کی شفاعت تمام انبیاءؑ و معصومین سے بھی زیادہ وسیع ہوگی؟ عقل بشر اس قدر محدود ہے کہ اس بات کو سمجھنے کے لئے ایک مقدمہ introduction کی ضرورت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کچھ جمالی ہیں اور کچھ جلالی۔ جمالی صفات جیسے مہربان، رحیم، جلدی خوش ہونے والا، رؤف، لطیف، خبیر کریم، حکیم اور عطوف وغیرہ اور جلالی صفات جیسے جبار، منتقم، قادر، قہار، ذوالجلال، شدید العقاب وغیرہ۔

انسان کی انسانیت کے ناپ تول کا معیار اگر دیکھنا ہے کہ کون کس قدر انسان ہے کون کس قدر ترقی یافتہ ہے؟ تو دیکھو اس میں الٰہی اوصاف کس حد تک پائے جاتے ہیں وہ کتنا صفات الٰہی کا آئینہ دار ہے؟ خدائے سبحان نے عورت کے وجود میں اپنی جمالی صفات کی استعداد و صلاحیت زیادہ عنایت فرمائی ہے جب کہ مردوں میں جلالی صفات۔ اگر عورت بندگی کے سفر میں قدم اٹھائے اور اللہ کی طرف بڑھائے خدا سے نزدیک تر ہونا چاہے تو اس میں خدا کے جمالی اوصاف زیادہ اور جلدی ظاہر ہوں گے۔ کیوں کہ عورتیں جلدی معاف کرتی ہیں نرم دل اور مہربان ہوتی ہیں اپنی صفات جمالی کی وجہ سے تبھی عورت خدا سے عمیق تر اور نہایت گہرا رابطہ آسانی سے برقرار کر سکتی ہے (خدا کو علم حضوری سے پہچان سکتی ہے) لہٰذا عورت میں عشق ومحبت کا وجود خدائی محبت وعشق کا جلوہ ہے اس کی جھلک ہے خوش نصیب ہیں وہ خواتین جو اس عظیم نعمت کی قدر کریں خدا نے انہیں نرم دل بنایا ہے تو اس کو صحیح راستے میں استعمال کریں یہ نرم دلی جلدی دل ٹوٹ جانا ایسی مضبوط رسی ہے جو عورت اور خدا کے درمیان رابطہ connection برقرار کرتا ہے۔ خدا کی رحمت وعطوفت اور محبت عورتوں میں زیادہ ظاہر ہوتی اور نظر آتی ہے اور خواتین عالم کی سیدہؑ، جو ان

نعمتوں کا صحیح حق ادا کرتی ہیں ان کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی رحمت ومحبت کی جھلک سب سے زیادہ جناب فاطمہ زہراؑ میں نظر آتی ہے اس لئے خدا نے اپنی رحمت کا اظہار فاطمہؑ کو شفاعت کا بے مثال وعدہ دے کر کیا کہ اگر میری محبت دیکھنی ہے تو فاطمہؑ کی شفاعت میں دیکھ کہ میں نے اسے شفیعہ اعظم یعنی سب سے عظیم شفاعت کرنے والی بنایا ہے۔

اب تو اس علم کے بعد یقین حاصل ہوگیا کہ دامن زہراؑ کو ہرگز ہرگز نہیں چھوڑنا۔ انشاءاللہ کل کی بحث میں بتایا جائے گا کہ کیسے زہراؑ کی طرح بن سکتے ہیں؟ اس سوسائٹی میں رہ کر کیسے زہراؑ ہمارے لئے آئیڈیل ہوسکتی ہیں کیسے بنت نبوت، سیدہ کونین کو اپنے لئے role model بنا سکتے ہیں؟

لیکن کیا رول ماڈل بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بھی مٹی کے گھر میں رہیں، اتنے سادے ہوجائیں؟ انشاء اللہ تفصیلی گفتگو ہوگی۔ پس حضرت فاطمہ زہراؑ کے اس خاص شفاعت کرنے کے مقام کا راز معلوم ہوگیا کہ خدا نے جمالی صفات عورتوں میں زیادہ نمایاں کی ہیں جس کی وجہ سے حضرت زہراؑ کو یہ مقام مل رہا ہے تو لہٰذا اے عورت! اے خاتون! تیرے لئے اس سے زیادہ اور کیا فخر کی بات ہوسکتی ہے کہ تو بھی اسی gender سے بنائی گئی ہے اسی جنس سے بنائی گئی ہے جس سے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا بنائی گئی ہیں اے عورت! تجھے proud ہونا چاہیے کہ تو مرد سے مختلف ہے تجھ میں اور مرد میں فرق ہے۔ یہ فرق ان صفات کی وجہ سے ہے جو جمالی صفات ہیں جو حضرت زہراؑ اطہر میں بھی تھیں اور جن کی وجہ سے حضرت زہراؑ شفیعہ اعظم بنیں جمال الٰہی کی جلوہ گر بنیں۔ جی ہاں زہراؑ کی طرح ہمیں بھی ان صفات جمالی کا حق ادا کرنا ہے نرم دلی اور پیار و عشق کو اللہ کے لئے استعمال کرنا ہے ہر خوشحالی میں نیا سوٹ نہ ملنے پر دل نہ ٹوٹے جس طرح زہراؑ نے اپنے آنسو راہ حق میں بہائے اپنی آواز جب تک اسلام کو ضرورت نہ تھی، کسی نامحرم نے نہیں سنی لیکن جب اسلام کو سیدہ زہراؑ کی آواز کی، رونے کی اسلام کو ضرورت پیش آئی تو فوراً حاضر کردیا۔ یہ نرم دل ہونا ایک رسی ہے rope ہے جس کا ایک end عورت کے دل میں ہے اور دوسرا end اللہ سے ملا ہوا ہے اب اس نرم دلی کے ذریعے خدا کے قریب ہوجائیں، اس اسلحہ weapon کو استعمال کریں یہاں تک کہ

مقعد صدق عند ملیک مقتدر (۱) کی منزل تک پہنچ جائیں۔

مصائب

اسلام کے شجرہ طیبہ کو سیراب ہونے کے لئے کبھی متقین کے خون کی ضرورت پیش آئی تو کبھی معصومین کے خون کی ضرورت پیش آئی۔ ہم اس درخت کے سائے میں سکھ اور سکون سے حسینی بن کر نماز قرآن پڑھ رہے ہیں تو اس میں ان کا احسان ہے۔ قابل فخر بات یہ ہے کہ اسلام کی سرزمین پر پہلا خون کا قطرہ جو پڑا وہ ایک عورت کا تھا جناب ''سمیہ'' جنہوں نے شجرہ طیبہ کو سیراب کیا۔ اسلام کی سرزمین سب سے پہلے ایک عورت کے خون سے رنگین ہوئی جنہوں نے تاریخ دفاع اسلام کا باب اپنے نام سے کھولا۔ اب ہم خواتین کی ذمہ داری اور بڑھ جاتی ہے۔ تو کیا ہم اس شجرہ اسلام کو جس کی شادابی کے لئے بتولؑ اور اولاد بتولؑ نے اتنی قربانیاں دیں، صرف اپنی کسی ذاتی خوشی کی خاطر برباد کردیں خدا کی قسم اگر عقل سے سوچیں تو کیا بی بی کی زحمتوں سے پلے ہوئے اسلام کو گناہ کے ذریعے اس کو مرجھانے دیں تو کیا یہ فاطمہ زہراؑ کی پیروری کرنا ہے؟ وہ فاطمہؑ کہ جن کی آواز اسلام کے لئے قربان ہورہی ہے، جنہوں نے اپنے لال حسینؑ اور پیاری زینبؑ کی اسی مقصد سے تربیت کی۔

آج ہمارے وقت کے امام بھی نہایت غمگین ہیں امامؑ نے اپنا عمامہ سر سے اتارا ہوا ہے کیونکہ اسلام تنہا اور غریب ہوچکا ہے آخر آج روانگی کا ذکر کرنا ہے دیکھئے کس قدر اسلام غریب اور تنہا ہے ذرا نواسہ رسولؐ کی باتیں تو سنیں وہ کیا کہہ رہے ہیں نانا آپ نے مجھے اپنا خلیفہ بنایا تھا لیکن امت والے آپ کے شہر میں بھی مجھے نہیں رہنے دیتے اس شہر میں جس کا نام مدینہ اسلئے رکھا گیا تھا کہ یہ رسولؐ کا شہر تھا۔ لیکن نواسہ رسول آج مجبور ہیں آج نہ صرف حسینؑ روانہ ہورہے ہیں بلکہ زینبؑ کی بھی وطن سے روانگی ہے اب دیکھئے ماں کی قبر سے وداع کرنا ہے وہ مظلوم ماں جن کی قبر کو بھی مخفی رکھنا ضروری ہے تبھی زینبؑ رات کی تاریکی میں نکلی ہونگی اور یوں کہا ہوگا اے مادر گرامی! آپ نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی آپ کا پہلو شکستہ ہوا آپ کا محسنؑ آپ کے بطن میں شہید ہوا، اے مادر! آج میرے

---

(۱) سورہ قمر آیت 55

امتحان کا وقت آیا ہے میں تیرے لخت جگر حسینؑ کے ہمراہ جارہی ہوں میں اپنی چادر قربان کرونگی اے مادر اگر آپ کا پہلو زخمی ہوا تو میں اپنا بازو زخمی کرونگی۔ ہاں عزادارو آج محلہ بنی ہاشم ویران ہو رہا ہے آیئے روحانی طور پر ہم بھی مسافر بنیں آیئے روحانی طور پر ہم بھی کربلا چلیں آیئے دل کی آنکھوں سے دیکھیے وہ حسینؑ جو میدان عرفات کا سارا سال انتظار کر رہے تھے مگر آٹھ ذی الحج کو مکہ ترک کرتے ہیں وہی امام جو بانی حج تھے حج کی طرف سے رخ موڑ رہے ہیں عالم غربت میں خطبے دے رہے ہیں اور کہتے ہیں؛

جو اپنے نفس کو اپنی جان کو اسلام کے لئے قربان کرنا چاہے میرے ساتھ چلے جو اپنے خون سے شجرہ طیبہ کو سیراب کرنا چاہے وہ میرے ساتھ چلے اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔ عزادارو جب یہ جملے زینبؑ سنتی ہیں کہ مولا موت کی باتیں کر رہے ہیں تو اتنا گریہ کرتی ہیں۔ زینبؑ گریہ کرنے لگیں اور کہا اے بھائی حسینؑ بڑی مشکلوں سے نانا، اماں، بابا اور برادر کی جدائی برداشت کی ہے آپ خامس آل عبا ہیں آپ آخری نشانی ہیں آپ کی جدائی برداشت نہیں ہوگی۔ کہتے ہیں زینبؑ امام کے سامنے بیہوش ہوئیں اور امام پانی چھڑک کر بہن کو ہوش میں لائے، وہ زینبؑ جو ایک انا للہ وانا الیہ راجعون کا جملہ نہ سن سکیں، آج ایک واقعہ سناتی چلوں امام حسنؑ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ میرے پاس تشریف لائے اور گریہ کرنے لگے، میں نے وجہ پوچھی تو کہا اے بھائی حسنؑ مجھے آپ کی شہادت یاد آتی ہے آپ کو کس مظلومانہ انداز سے شہید کر دیا جائے گا تو امام حسنؑ نے فرمایا اے بھائی مجھے تو صرف زہر دیا جائے گا وہ بھی چھپا کر گھر میں آرام سے مگر؛

لَا يَوْمَ كَيَوْمِكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ.

وہ دن جو آپ پر آئے گا کسی اور پر نہیں آئے گا۔

آخر چالیس ہزار مسلمان آپ کے خون کے پیاسے ہونگے جو نہ صرف مال غارت کریں گے بلکہ اہل حرم کو بھی اسیر کریں گے وہ زینبؑ جو یوم عاشوراء سے پہلے انا للہ وانا الیہ راجعون کی آواز سن کر بے ہوش ہوئی تھی لیکن میں کیا کہوں اے ام مصائب آپ نے وہ دن کیسے دیکھا ہوگا جب چند قدم کے فاصلے پر لخت جگر بتولؑ نواسہ رسول کا بدن کربلا کی تپتی ریت پر ہے زینبؑ آگے آتی ہیں بھائی کے خون آلود جسم کا بوسہ لینا چاہتی ہیں مگر کوئی جگہ ایسی نظر

نہیں آتی جہاں بوسہ لے سکے کیونکہ جسم بغیر سر کے ہے زخموں سے چور چور ہے ماں کو پکار کے کہتی ہے یااماہ، اے اماں ذرا دیکھیں یہ آپ کا حسینؑ ہے۔۔۔۔

دوسری مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

فاطمہؑ شناسی کے سلسلے میں کی گئی اس حقیری کوشش کے دوسرے مرحلے میں آج ہم گفتگو کو آگے بڑھائیں گے۔ہم جو چاہتے ہیں کہ ہمیں سیدہ فاطمہؑ کی معرفت حاصل ہو یہ اس لئے ہے کہ ہم کمال perfection کی طرف جانا چاہتے ہیں، بہتر سے بہتر کی تلاش میں ہیں، ترقی کی طرف جانا چاہتے ہیں کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے۔اس ترقی اور کمال کی چوٹی پہ پہنچنے کے لئے انسان میں کسی کو follow کرنے کی خواہش ہوتی ہے تبھی تو ہر کوئی کسی نہ کسی کو اپنا اسوہ ideal بناتا ہے۔لیکن آئیڈیل بنانے میں کبھی غلطی ہو جاتی ہے،

کیسے؟

۱: کیونکہ کبھی ہم کمال کا مطلب نہیں جانتے۔کمال، سعادت کسے کہتے ہیں معلوم نہیں ہوتا اس لئے غلط آئیڈیل chose کرتے ہیں کوئی امیری، wealthyness کو کمال سمجھتا ہے تو خود بخود امیروں کو fallow کرنے لگتا ہے اور فخر کرنے لگتا ہے اور غریبوں سے نفرت کرتا ہے،کبھی شہرت، fame کو کمال سمجھتا ہے اور کسی مشہور singer کو آئیڈیل بناتا ہے یا کسی famous player کو اپنا آئیڈیل بناتا ہے۔

۲: ممکن ہے کبھی ہم علم کو کمال سمجھیں لیکن کسی صحیح علم کا انتخاب نہ کر پائیں یا کسی غلط عالم کے پاس جائیں۔تو انسان اپنی جہالت کی وجہ سے، علم کی محدودیت کی وجہ سے کسی نہ کسی غلطی کا مرتکب ہو جاتا ہے۔تبھی خدائے حکیم نے ہمارے لئے معصومین علیہم السلام کو اسوہ اور آئیڈیل بنا کر بھیجا ہے اور جو ہستیاں ہمارے لئے آئیڈیل ہیں وہ خود کیا فرما رہی ہیں؟ توجہ کیجئے گا، عظمت دیکھیں، کہ معصومین فرما رہے ہیں:

نَحْنُ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ وَفَاطِمَةُ حُجَّةٌ عَلَيْنَا.

ہم خداوند عالم کی طرف سے لوگوں کے لئے حجت اور نمونہ عمل اور آئیڈیل ہیں ہم جو کہ کل جہاں کے لئے

اسوہ ہیں لیکن فاطمہ زہراؑ ہمارے لئے نمونہ عمل و آئیڈیل ہیں۔(۱)

اے کل جہاں کے اسوہ کی اسوہ، اے اسوہ ہائے کاملہ کی اسوہ کاملہ۔ ابھی آگے اور سنیں، انتہا دیکھئے کہ عدل کے امام، امام زمانہ علیہ السلام کیا فرماتے ہیں:

وَفِی ابْنَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ.(۲)

یوسف زہراؑ، وہ ہستی جن کے دیدار کے لئے ہزاروں یعقوبؑ تڑپ رہے ہیں، جن کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے ہزاروں نگاہیں ترس رہی ہیں وہ ہستی فخر کے ساتھ اعلان کر رہی ہیں کہ وفی بنة رسول الله اسوة حسنة غور کیجئے یہاں فاطمہؑ بنت محمد نہیں فرمایا، اس لئے نہیں کہا کہ فاطمہ زہراؑ میری جدہ ماجدہ ہیں، نہیں، بلکہ فاطمہؑ بنت رسولؐ ہیں وہ فاطمہؑ نبوت و امامت کا سلسلہ ہیں وہ فاطمہؑ جو شریک نبوت و امامت ہیں۔ جو صرف خواتین کے لئے نہیں بلکہ عالمین کے لئے اسوہ ہیں بلکہ میرے لئے اسوہ ہیں جو خاتم ائمہ ہوں۔

کیا وہ ہستی جو معصومین کے لئے آئیڈیل ہو انہیں ہم اپنے لئے آئیڈیل نہیں بنائیں؟ اور اس عظیم نور کو چھوڑ کر دنیاوی چھوٹے، حقیر، پست اور ذلیل و تاریک دل والوں کو fallow کریں کیا یہ کوئی logical بات ہے؟

آئیڈیل سازی اور تسبیح زہراؑ

انسان کی فطرت میں یہ بات رب نے ڈال دی ہے کہ وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے اب خوب تر ہونے کے لئے موروثی عوامل genetic factors سوسائٹی، ماحول invorenment، انسان کی عمر اور غیبی مدد unseen help موثر ہیں اور سب سے اہم عامل free wil اختیار و آزادی ہے۔ اب آیئے دیکھتے ہیں ہم کیوں بنت رسول اللہؐ کو fallow کریں؟ کیسے ام الائمہ اس مقام تک پہنچی ہیں؟ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا وہ ہستی ہیں جن کے والد سے زیادہ عظیم و شریف انسان اللہ نے خلق ہی نہیں کیا۔

ان کی ماں وہ عظیم ماں ہیں جن پر جبرئیل سلام بھیج رہے ہیں جو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال ہیں جو

---

(۱) عوالم العلوم جلد 11 صفحہ 5 (۲) بحار الانوار جلد 53 صفحہ 178

اسلام کی محسنہ اعظم ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بطن در بطن صلب در صلب باب در باب سب کے سب علم وکرم کے سرچشمے ہیں۔ ایسی نسل کی زہراؑ کا نطفہ کیسے ٹھہرا، اس طرح خلقت ہوئی جس طرح نہ کسی نبی کی ہوئی نہ کسی امام کی، کسی اور معصوم کے لئے وہ اہتمام نہیں ہورہا ہے جو سیدہؑ کے لئے ہورہا ہے۔ چالیس دن تک وہ ہستیاں خدا سے خالص رابطہ کررہی ہیں sincere relationship، جو طہارت روحی (urification of the soul) سے مالا مال ہیں پھر بھی حکم مل رہا ہے کہ ایک خاص انداز سے عبادت کی جائے اس حکم پر بھی اکتفا، suffice نہیں کیا گیا اب جبکہ باطنی روحانی پاکی حاصل ہوگئی تو جسم کی غذا کو بھی اتنا پاک اتنا خالص pure ہونا چاہیے۔ دنیا میں کوئی غذا اس قدر پاک نہ ملی تو میرے رب رحیم کو جنت کا پھل نبیؐ کو کھلانا پڑا تبھی تو نبیؐ بار بار اپنی لخت جگر زہراؑ کو سونگھ سونگھ کر فرماتے تھے:

یا فاطمہؑ انت حوراء الانسیہ. انسان کی شکل میں ایک حور ہو۔

نام بھی بڑا پیارا نام ہے حوارء، فاطمہؑ کا یہ نام آسمان والوں کے لئے ہے (اپنی بچیوں کا نام رکھ سکتے ہیں) یہ introduction مقدمہ اس لئے بیان کیا ہے تا کہ یہ سوالات جو ہمارے ذہن کے کسی گوش وکنار میں سر اٹھاتے ہیں کہ فاطمہؑ اتنی عظیم فاطمہؑ اتنے کرامات اتنے معجزات وغیبی الہی امداد سے وجود میں آئی ہیں ہم کیسے ایسی ہستی کی طرح بن سکتے ہیں؟

کیسے زہراؑ کو ideal بنائیں

بیشک انسان کی تربیت میں موروثی عوامل genetic factors کا بہت اثر ہوتا ہے لیکن نہایت اثر اتنا ہے کہ انسان کے اندر موجود فطری صلاحیتیں natural abilities جلدی نمایاں ہوجاتی ہیں وگرنہ تربیت کا اصلی عامل خود انسان کی آزادی واختیار ہے۔ اسوہ بنانا کبھی مستقیم طور پر ہوتا ہے جو حضرت زہراؑ کرتی تھیں ہم بھی بالکل ویسا ہی کریں یہ ہے اسوہ مستقیم، جیسے تسبیح حضرت فاطمہ زہراؑ، جس طرح زہراؑ پڑھا کرتی تھیں ہم بھی ویسے پڑھا کریں (تسبیح زہراؑ کی بات آگئی ہے تو اس کا مختصر تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے) کب اور کیوں یہ نعمت یہ تحفہ حضرت

زہرا علیہا السلام کو دیا گیا۔ آپ بہتر جانتے ہیں لیکن ایک نتیجہ لینا چاہتی ہوں کہ جب حضرت زہرؑا پر گھر کے کام کا بوجھ بے انتہا بڑھ گیا کیونکہ امام علی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی (مشترک) زندگی میں ساٹھ سے زیادہ جنگیں ہوئیں۔ چونکہ اس زمانے میں لکڑیاں لانا (کوئی گیس تو تھی نہیں) پانی لانا آٹا گوندھنا وغیرہ وغیرہ ان کاموں کے لئے خادمہ، کنیز رکھا کرتے تھے کیونکہ کنیزی کا دور تھا، امام علیؑ بھی گھر پہ نہیں ہوتے تھے۔

اور جب مصائب ومشکلات میں انسان گر جاتا ہے تو نبیؑ اللہ کی طرف رخ کرنا چاہیے تو وہ علاج بھی روحانی بتاتے ہیں خادمہ کی جگہ تسبیح کی تعلیم دیتے ہیں وہ خدائی قوت سے چارج کرتے ہیں تسبیح الٰہی جب سیدہ نساء عالمینؑ کے لئے چارجر ہے تو ہمارے لئے کیا ہوگا؟ جو چیز رحمۃ للعلمین سیدۃ نساء العالمین کو تحفہ دے دیں اسکا کیا عالم ہوگا؟ جب بھی تسبیح پڑھیں تو سیدہؑ کو یاد کریں جب بھی مشکل پیش آئے خصوصاً خواتین کو تو بی بی کو یاد کریں اور یوں سوچیں کہ جب اللہ میرے ساتھ ہے میرا ساتھی ہے وہ جو سب سے بڑا ہے تو کیوں گھبراؤں۔

الحمد للہ۔ یہ کام کرنے کی نعمت ہمت بھی خدا کی طرف سے ہے اگر اللہ اکبر ہے تو صرف اکبر کی ہی حمد ہو سکتی ہے۔

سبحان اللہ۔ اے اللہ تو پاک ہے منزہ ہے ان خیالات وگمان سے جو میں کر رہی تھی کہ اتنا کام اتنی زحمت آخر کیوں اتنی مشکل پڑ رہی ہے کیا فائدہ اتنی زحمت کا، کوئی تشویق وشاباش کرنے والا نہیں، اے خدا میں توبہ کرتی ہوں، توبہ خدا کہ میں نے ایسا سوچا کہ تو میرے کام کو بے اجر بلا صلہ باقی رکھ دیا ہے وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْراً يَرَهُ۔ بیشک تو ذرہ برابر نیکی کو بھی دیکھتا ہے۔

اس تسبیح حضرت زہرؑا کے قصے میں ایک بات point بھی ہے کہ دیکھیں سیدہؑ امامت کے مشورے پر دررسالت پر جاتی ہیں لیکن جس کام سے گئی تھیں (خادمہ طلب کرنے) جس مقصد کے لئے گئی تھیں وہ مقصد بیان نہیں کر سکیں کیوں؟ شرم وحیاء واحترام وعزت مانع بن جاتی ہے تبھی سیدہؑ کچھ کہے بغیر واپس تشریف لاتی ہیں۔ یہ بھی حیاء کی ایک قسم ہے یہ احترام وعزت کا پردہ ہے یہ شرم جاذبیت attraction رکھتی ہے محبت لاتی ہے اور حضرت فاطمہ زہرؑا یہ محبت چھوڑ کر آئی تھیں رسولؐ دوسرے دن تشریف لائے اور پوچھا اے فاطمہؑ آپ کچھ کہنا چاہ رہی تھیں؟ لیکن

فاطمہؑ خاموش ہیں امام علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے جب دیکھا کہ فاطمہؑ پہ بہت مشکلات پیش آرہی ہیں تو آپ کی طرف خادمہ طلب کرنے بھیجا مگر شرم وحیا کی وجہ سے اظہار نہ کرسکیں تو رسولؐ نے فرمایا کہ میں اس (خادمہ) سے بہتر چیز اپنی بیٹی کو دیتا ہوں۔

تو یہ مثال تھی direct جناب سیدہؑ کے کردار کو fallow کرنے کی اور اب دیکھتے ہیں کہ کس طرح سے فاطمہؑ کو in direct غیر مستقیم طریقے سے رول ماڈل بنایا جاسکتا ہے یعنی جو کام اس زمانے میں حضرت فاطمہؑ کرتی تھیں بالکل اسی طرح ہم نہ کریں مثال کے طور پر علیؑ وبتولؑ اگر مٹی کے گھر میں رہتے تھے تو کیا ہم بھی مٹی کے گھر میں رہیں؟ سیدہؑ چکی پسیتی تھیں تو کیا ہم بھی چکی پیسیں؟ تو ایسے کردار کو ہم کس طرح اپنے لئے آئیڈیل بنائیں یقیناً جناب سیدہؑ کو ہم indivisually, socially, culturally, politically and financially adopt کرسکتے ہیں لیکن کچھ اس طرح کہ سیدہؑ کے کردار میں جو message ہے اس کو ہم سمجھنے کی کوشش کریں جیسے کہ اگر سیدہؑ نے مسجد میں خطبہ دے کر امامت کو بچایا تو ہم college and University میں سیدہؑ کی چادر کو پہن کر امامت کی خدمت کرسکتے ہیں اور خود معصومینؑ کی زندگی اور سیرت ہمارے لئے اس بات پر بہترین دلیل ہے کہ ہر معصوم نے اپنے زمانے کے اعتبار سے مختلف انداز سے دین کو بچایا لہٰذا اگر صدیقہ زہراؑ نے اپنی آواز کو، جو آواز نامحرموں کے کانوں تک بلا مقصد نہیں پہنچتی تھی، اسلام کے لئے قربان کردیا، دین محمدی کو بچانے کے لئے خطبے دیے تو ہم بھی اسلام پر ہونے والے حملوں کا جواب articles لکھ کر دے سکتے ہیں۔ ایک خطبہ صغریٰ ہے تو ایک خطبہ کبریٰ اور ایک وسطیٰ، صغریٰ وہ خطبہ ہے جو آپ نے گلی میں دیا اور کبریٰ وہ ہے جو آپ نے مسجد نبوی میں دیا اور وسطیٰ جو بستر علالت میں۔

مصائب

ہم اپنا محاسبہ کرلیں کیونکہ روایت میں ہے کہ روز قیامت کچھ گروہ رسول گرامی کی خدمت میں جائیں گے۔ ایک گروہ کے چہرے سیاہ ہونگے ان کو دیکھ کر ملائکہ گھبرا جائیں گے، ان سے پوچھا جائے گا تم لوگ کون ہو؟ میرے بعد میرے اہل بیتؑ سے کیا کیا؟ کہیں گے ہم نے ان کا حق ضائع کیا، انکو قتل کیا اور جب دوسرے گروہ

سے پوچھا جائے گا جن کے چہرے چمک رہے ہونگے، وہ کہیں گے کہ ہم ان کے غم میں غمگین تھے۔

آج صاحب کربلا کے کربلائی ہونے کا دن ہے۔ آج مسافر حسینؑ کا سفر ختم ہو رہا ہے حسینؑ کی آخری منزل آ گئی ہے حسینؑ کو آج کے دن کا انتظار تھا کیونکہ ہر معصوم نے اس دن کے بارے میں اطلاع دے رکھی تھی اس زمین پر حسینؑ پہنچے ہیں جس کا طواف علیؑ بن ابی طالب کرتے تھے ایک دفعہ جب علیؑ زمین کربلا سے گزرے تھے اور فرمایا تھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں بہت سے انبیاءؑ کا خون بہا ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں میرا بیٹا مظلوم مارا جائے گا۔

اے عزادارو ہم بہت خوش نصیب ہیں کیونکہ آج ہم نے زائر بننا ہے کربلا جانا ہے زائر کی کتنی فضیلت ہے۔ کربلا میں ایک مجلس ہو رہی ہے خیمے نصب ہو رہے ہیں حسینؑ ذاکر بنتے ہیں اور سب خیمے والے جمع ہیں اور حسینؑ کی مجلس سن رہے ہیں آئیں ہم بھی اس مجلس میں شرکت کرتے ہیں حسینؑ بڑی حسرت کی نگاہ سے گلستان بتولؑ کو دیکھ رہے ہیں ہائے عباسؑ کی شجاعت ہائے علی اکبرؑ کی جوانی ہائے حسن مجتبیٰؑ کی نشانی ہائے چمن زہراؑ سرسبز و شاداب ہے یہ حسرت اور وداع کی نگاہ تھی

فنظر علیھم و بکی ساعة

گھنٹے بھر روتے رہے گویا مجلس دو لفظ پر مشتمل تھی ایک نگاہ اور دوسرا گریہ۔

آئیں اس مجلس میں شرکت کرتے ہیں حسینؑ کو آج حسینیوں کی ضرورت ہے اور جب حسینؑ خیمے نصب کر رہے تھے تو عصر عاشور کو مدنظر رکھا تھا اور علم امامت سے دیکھ رہے تھے کہ ایک وقت آئے گا کہ میری بہن ام المصائب سیدۃ الاسراء بنے گی اور اسیروں کی سیدہؑ کو جب امام وقت، میرے مریض بیٹے کی دیکھ بھال کرنی ہوگی اس لئے ایسے خیمے نصب کئے کہ اگر ایک خیمہ جل جائے تو دوسرے خیمے کی طرف جا سکیں۔ ایک خیمے سے دوسرے خیمے کی طرف جانے کا راستہ ہو۔

تیسری مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰىٓ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

فاطمہؑ شناسی کے عنوان سے ہم نے جو مل کر قدم اٹھایا ہے آج ہم اس کے تیسرے مرحلے تک پہنچے ہیں اس فاطمہ زہراؑ کی معرفت حاصل کرنی ہے جن کی مدح وثنا اور قصیدہ پڑھنے والے اللہ اور اس کے رسولؐ ہیں تو ہم کیوں ایسی ہستی سے غافل رہیں؟ تو آپ نے اتنی معرفت حاصل کی کہ بنت شفیع المذنبین (مرسل اعظم) کو شفاعت کا وہ درجہ حاصل ہے جو کسی کو بھی نہیں تبھی شفیعۂ اعظم کا title مل رہا ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کو آئیڈیل بنا کر ہمیں سادہ زندگی بسر کرنی چاہیے (یہ بات بچہ بچہ جانتا ہے) لیکن آخر کیوں؟ اگر خدا نے دولت دی ہے، wealth کی نعمت سے نوازا ہے تو پھر کیوں اپنے آپ کو محروم رکھیں؟ مثلاً اگر میں سال میں بیس سوٹ خریدتی ہوں جبکہ ضرورت صرف بارہ suits کی ہے تو پھر باقی رقم سے کیا کروں آخر کیوں سادہ رہوں؟ دیکھنا یہ ہے کہ جناب زہراؑ نے کیوں سادگی اختیار کی کیوں اس دنیا سے رابطہ نہ رکھا؟ دیکھتے ہیں کہ زہراؑ نے اس دنیا سے کیا کیا لیا؟ کیسے فائدہ اٹھایا اس دنیا کو کس نگاہ سے دیکھا جو اس قدر رسیدہؑ کامیاب رہیں؟

حضرت زہراؑ کی سادگی کا فلسفہ

زہراؑ اپنے پورے وجود، اپنے کردار وعمل سے ہمیں دعوت دے رہی ہیں یہ دعوت آزادی کی دعوت ہے دنیا سے رہائی کی دعوت ہے روحانی غذا کی دعوت ہے اپنی سیرت سے ایسی دعوت دے رہی ہیں جو ہزاروں زبانی دعوتوں سے زیادہ مؤثر ہے۔ فاطمہؑ ہماری بہتری چاہتی ہیں وہ وہی چاہتی ہیں جو خدا چاہتا ہے، خدا کیا چاہتا ہے؟

تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الآخِرَةَ(۱)

تم لوگ دنیاوی زندگی پسند کرتے ہو، چاہتے ہو جبکہ خدا تمہارے لئے آخرت کی زندگی چاہتا ہے۔

اور مومنات آخرت کی زندگی حاصل کرنے کا واحد راستہ رضایت خدا کو حاصل کرنا ہے اور سیدہؑ وہ چاہتی تھیں جو رسولؐ چاہتے تھے رسولؐ فرماتے ہیں:

یابنی ما ابو کِ بفقیرٍ و بعلکِ بفقیرٍ.

تیرے والد اور شوہر فقیر نہیں ہیں بلکہ خدا نے تو ہمیں زمین کے سونے اور چاندی کے خزانے دیے ہیں لیکن ہم نے انتخاب نہیں کیا بلکہ اس کا انتخاب کیا جو خدا کے پاس ہے جو ہمیشہ باقی رہے گا (۲)

حضرت فاطمہؑ جو ساری زندگی اسی راستے پر چلیں خدا کی رضایت اور اس کی خوشی حاصل کی، تبھی ''راضیہ'' کا لقب، title ملا۔ اب خدا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے جو absticals ہیں، رکاوٹیں ہیں ان کو دور کرنا ضروری ہے تا کہ آسانی سے بلندی کی طرف اڑ سکیں آزاد ہو کر آگے بڑھ سکیں اور یہ دنیا اس ملکوتی روح الٰہی روح کو اڑنے، پرواز کرنے نہیں دیتی اس لئے جناب سیدہؑ دنیا سے رہائی اور آزادی اور خدا سے تعلق اور وابستگی attachment حاصل کرنے کے لئے سادگی کا انتخاب کرتی ہیں کم سے کم پر قناعت کرتی ہیں اب سمجھ میں آ گیا کہ صدیقہ اطہرؑ کی سادگی فقیر ہونے کی وجہ سے نہیں تھی اور نہ زمانے کی مجبوریوں کی وجہ سے تھی بلکہ روحی طور پر بے نیازی تھی معرفت کی اوج اور انتہا پر ہونے کی وجہ سے یہ عارفانہ انتخاب کیا۔ فقر اختیاری تھا نہ کہ اضطراری، اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا دلیل ہے ہمارے پاس کہ سیدہ طاہرہؑ کی سادگی مجبوری کی وجہ سے نہ تھی، شاید پیسہ اور wealth نہ تھا اس لئے سادی رہتی تھیں۔ اس دعوے کے لئے ہمارے پاس کیا دلیل ہے کہ زہراؑ (جو مسلمانوں کے رہبر محسن اعظم کی بیٹی ہیں، خدیجہ ملکہ عرب کی بیٹی ہیں اور علیؑ کی زوجہ ہیں جن کی حکومت حجاز، مصر، افریقا اور یورپ کے بعض ممالک تک پھیلی ہوئی تھی) مالدار تھیں؟

(۱) سورہ انفال آیت 67 (۲) بحار الانوار جلد 43 صفحہ 123

فدک، حضرت زہراؑ کے ثروت مند ہونے کا ثبوت

فدک کی history اور background دیکھنا ضروری ہے، فدک ایک یہودی کا نام ہے جو سب سے پہلے اس سرزمین میں رہتا تھا فدک بن ہام اسی وجہ سے اس سرزمین کا نام فدک پڑ گیا۔ نہایت وسیع و آباد زمین تھی جس زمین میں قلعے تھے، چشمے تھے، گھنے نخلستان بے شمار باغ تھے گویا ایک چھوٹا سا شہر آباد تھا ایک زمانے میں پورے شہر کوفہ کے نخلستان ایک طرف اور فدک کا نخلستان ایک طرف تھا۔

فدک کیسے فتح ہوا؟

یہ ضروری نکات ہیں ذرا صبر سے سن لیں کیونکہ اگر یہ نکات سمجھ جائیں گے تو آگے بہت سے مسائل سمجھ میں آجائیں گے۔ رحلت رسولؐ سے چار سال پہلے خیبر فتح ہوا اور خیبر کے فتح کرنے کے دوسرے دن ہی جبرئیل آئے اور حکم دیا کہ فدک فتح کرلیں پھر خاص طور پر حکم دیا کہ صرف نبی اور علیؑ یہ کام انجام دیں کوئی اور مسلمان اس فتح کے کام میں شریک نہ ہو۔ اس حکم کے تعمیل کے لئے راتوں رات نبیؐ اور علیؑ نکلتے ہیں اور فدک میں موجود قلعہ فدک تک پہنچ جاتے ہیں جہاں سارے یہودی (جو کل ہی قلعہ خیبر سے فرار ہو کر آئے تھے اور اس قلعے میں پناہ لی تھی) موجود تھے نہایت ہی خوف و پریشانی کے عالم میں تھے۔ ادھر نبیؐ و علیؑ، مصطفیٰ و مرتضیٰ اور زمانے کے موسیٰ و ہارون قلعہ کے top پر گئے اور اذان دی: اللہ اکبر، ادھر سے یہودی جو پہلے ہی سے ڈرے ہوئے تھے سمجھے کہ پھر ان مسلمانوں نے حملہ کرلیا ہے ہمیں گھیرے میں لے لیا ہے ہم محاصرے میں ہیں اس لئے سب کے سب فرار کرنے کے لئے قلعے کے دروازے کی طرف لپکے، ادھر سے فوراً نبیؐ اور علی قلعے کے ٹاپ سے اتر کر دروازے کی طرف تشریف لائے تاکہ وہ فرار نہ کرنے پائیں اور ان پر حملہ کردیا اٹھارہ نہایت ہی دلیر اور شجاع کمانڈرز کو ہلاک کردیا اور باقیوں کو گرفتار کرکے prisnor بنالیا اور مدینہ واپس لے گئے۔

اب اس زمانے میں اسلام کا قانون یہ ہے کہ جو یہودی (کافر) قیدی مسلمان ہوجائے تو وہ اپنے مال خمس کا ادا کرے اور اگر مسلمان نہیں ہوتا تو اپنا سارا مال رسول کو دے دے۔ اب فدک کے قیدی یہودیوں نے مسلمان ہونے سے انکار کردیا اور کہا کہ آپ اجازت دے دیں تو ہم اپنی فدک کی زمین میں کام کریں گے اور سارا profit

اور income آپ کو دے دیں گے ہم صرف اجرت لیں گے رسولؐ نے مان لیا۔ اب وحی کے مطابق فدک رسولؐ کی ملکیت ہے کیونکہ خدا سورہ حشر میں فرماتا ہے:

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۱)

اللہ نے بستی والوں کے مال سے جو کچھ بھی اپنے رسول کی آمدنی قرار دی ہے جو کچھ رسول کو دیا ہے وہ اللہ کے لئے ہے رسولؐ کے لئے ہے اور قریب ترین رشتہ داروں کے لئے ہے اور یتیموں اور مساکین کے لئے اور مسافروں کے لئے تا کہ وہ مال تمہارے دولتمندوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔

اور اس فدک کی آمدنی، income تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار سنہری دینار ہے۔ اور پھر جب سورہ اسرائیل نازل ہوا اور ارشاد ہوا کہ:

وَاٰتِ ذِی الْقُرْبٰی حَقَّهٗ (۲) اے رسولؐ اپنے رشتہ داروں کو ان کا حق دے دو۔

تو رسولؐ نے یہ فدک اپنی نور چشم کو بخش دیا، ہبہ کر دیا مگر فاطمہ زہراؑ نے فرمایا: بابا جان! جب تک آپ زندہ ہیں آپ ہی کے پاس رہے۔ رسولؐ نے فرمایا اگر تم نے میری زندگی میں ہی اس فدک کی آمدنی کو استعمال نہ کیا تو میں ان نااہل (بے ایمان منافق) لوگوں سے ڈرتا ہوں جو اس کو بہانہ بنا کر بعد میں فدک تم سے چھین لیں گے۔ دیکھیں رسولؐ اتنا اہتمام کر کے گئے تھے اسی لئے رسولؐ نے علیؑ کو بلایا کہ سند، certificate لکھیں پھر علیؑ اور ام ایمن کو شاہد بنایا۔ اس کے بعد مزید محکم اور یقینی بنانے کے لئے رسولؐ ایک دعوت بھی گھر پر کر رہے ہیں تا کہ اعلان ہو جائے کہ یہ فدک اب سے فاطمہؑ کی ملکیت، property ہے اور جب پہلی آمدنی، income آتی ہے تو فاطمہ زہراؑ کی طرف سے لوگوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ چار سال تک صدیقہ طاہرہؑ فدک کی مالک رہیں

---

(۱) سورہ حشر آیت 7 (۲) سورہ بنی اسرائیل آیت 25

اس مدت میں مدینے کے محتاج اور غریب افراد کی نگاہیں ہمیشہ فدک کی incoem کی منتظر ہوتی تھیں کہ کب وہ دن آئے گا جس دن فاطمہ زہراؑ کے سخی ہاتھوں سے ہم تبرک حاصل کریں گے۔ اتنا مال تھا بنت خدیجہ کے پاس کہ سارے مدینہ والوں کو گندم، wheat تقسیم کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ زہراؑ کا زہد وتقویٰ

ہر زمان و ہر مکان میں اس سیرت کی ضرورت ہے انسان کے اندر یہ روح یہ عمل ہر وقت پھونکا جا سکتا ہے نہ صرف پھونکا جا سکتا ہے بلکہ پھونکا جانا چاہیے نہ صرف اس روح سیدہؑ کو پھونکا جانا چاہیے بلکہ ضروری ہے، واجب ہے انسانیت کے سکون کے لئے، انسانیت کی بقاء کے لئے ورنہ صرف انسان رہے گا حیوانیت کے ساتھ۔ سیرت زہراؑ، زہد وتقویٰ زہراؑ یہی پیغام دے رہا ہے کہ وہ دنیا جو خدا کے مقابلے میں آجائے، یا دنیا یا خدا، تو ایسی دنیا پروائے ہو ایسی دنیا detestable ہے سادگی اور دنیا سے دوری، تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے۔ فاطمہؑ اطہر اپنے عمل، act سے اعلان فرما رہی ہیں کہ انسان کی قدر و قیمت انسان کی عزت و منزلت لباس و luxuries میں نہیں ہے۔ فارسی کے مشہور شاعر سعدی کہتے ہیں کہ:

تن آدمی شریف است بہ جان آدمیت

نہ ہمین لباس زیبا است نشان آدمیت

انسان کی عظمت اور عزت گولڈن کلر، گولڈن ہونے اور کبھی سلور ہونے میں نہیں ہے بال بھی کپڑے بھی میک اپ بھی جوتے بھی سب بدلتے رہتے ہیں فیشن چینج ہوتا رہتا ہے، بلکہ رنگِ الٰہی سے مزین ہونے میں اس کی عزت ہے ایسے کلر سے paint کرنا ہے جو خدائی کلر ہو اور اس خدائی کلر سے paint ہونے کے لئے اللہ نے کچھ چہرے دکھائے ہیں کہ دیکھو یہ میرے رنگ سے رنگے ہوئے ہیں دیکھو یہ صبغۃ اللہ ہیں:

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً(۱)

---

(۱) سورہ بقرہ آیت 138

خدائی رنگ اختیار کرو، اللہ کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو سکتا ہے؟ صبغۃ اللہ یعنی خدائی کلر، رنگ۔

زہراؑ صبغۃ اللہ ہیں:

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰىٓ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۱)

وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں اور جو لوگ اپنے نفس کے بخل سے بچا لئے گئے ہیں پس وہی کامیاب لوگ ہیں۔

اور یہ نہ سمجھیں الٰہی بننے میں مزہ نہیں بلکہ وہ مزہ لیتے ہیں۔

اگر لذتِ ترکِ لذت بدانی دیگر لذتِ نفس لذت نخوانی

لذت کو چھوڑنے کا مزہ آئے اور taste develop کریں تو پھر اس لذت لینے کو لذت نہیں سمجھیں گے۔ ایثار sacrifice اور فداکاری کرنے میں مزہ آتا ہے رنگ الٰہی سے رنگین ہونے میں مزہ ہے۔ یہ وہ شعر ہے جو great philosopher شہید مطہری اپنی wife کو advice کرتے ہوئے سناتے ہیں کہ دیکھو simple رہنا ہوگا اگر تو نے ایک دفعہ دنیا کو kick کرنے کا مزہ چکھا تو دنیا کے پیچھے جانا اتنا برا لگے گا کہ پھر کہو گی کہ آخر کیوں میں دنیا کے سامنے جھکنے کو عزت سمجھتی تھی۔ اگر ایک دفعہ honey کی sweetness کو tatse کر لیا تو پھر باقی کوئی چیز میٹھی نہیں لگے گی۔

حضرت زہراؑ کا زہد

زہد یعنی آزادی، آزاد ہے کچھ آئے یا جائے انسان وہی ہے جو ہے زاہد وہ ہے جو کم مال سے زیادہ income حاصل کرے زاہد نہیں کہتا کہ دنیا بری جگہ ہے بلکہ کہتا ہے دنیا کم ہے یہ دنیا میرے لئے کافی نہیں ہے میں اس سے بھی بالاتر اور زیادہ کا طالب ہوں، بے شک دنیا محل نزول ملائکہ ہے، محل آمد انبیاء ہے، بیشک اولیاء اللہ کی

---

(۱) سورہ حشر آیت 9

تجارت گاہ ہے اور احباء اللہ کی مسجد ہے۔

آہ فِی قِلَّۃِ الزَّادِ وَ طُوْلِ الطَّرِیْق

راستہ طولانی ہے اس دنیا میں جتنا بھی کمائیں کم ملے گا طولانی راستے کے لئے کتنا بوجھ، زاد راہ اٹھا لوں میں اکیلا نہیں اٹھا سکتا اور اگر کم اٹھاوں تو میں راستے میں مر جاوں گا، اب زاہد اس مشکل کو دور کرتا ہے زندگی کم ہے اس قلیل سے کثیر اٹھاتا ہے اس طرح کہ بہت سے افراد کرائے پر لے لیتا ہے تاکہ سارا سامان وہ اٹھائیں، یہی ہمارے صدقات، انفاق، احسان، علم و عمل سب کے سب زاد راہ ہیں جو دوسرے اٹھاتے ہیں ہمیں اٹھانے کی زحمت ہی نہیں کرنی پڑتی جب ضرورت پڑے تو ہمیں دے دیتے ہیں۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْن

جب تک اپنی پسندیدہ چیز راہ خدا میں خرچ نہ کرو فلاح نہیں پا سکتے۔

زہد زہرا سلام اللہ علیہا کے کن کن نکات پر گفتگو کریں سارے گھر کا، یا سارے مہریہ کا یا جہیز کا جسے دیکھ کر رسولؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاَھْلِ الْبَیْتِ جُلُّ آنِیَتِھِم الخزف (۱)

خدایا ان گھر والوں پر اپنی رحمتیں نازل فرما جن کے اکثر برتن مٹی کے ہیں۔

سخت گرمیوں میں ایک دن علیؑ گھر تشریف لائے کچھ کھانے کے لئے طلب فرمایا تو فاطمہؑ نے جواب دیا:

مَاعِنْدَنَا شَیْءٌ وَاِنِّی مُنْذُیَوْمَیْنِ اعلل الحسنؑ والحسینؑ (۲)

دو دن سے گھر میں کچھ نہیں اور حسنؑ و حسینؑ کو کسی طرح بہلا کر رکھا ہوا ہے۔

---

(۱) کشف الغمہ جلد اول صفحہ 359 (۲) بحار الانوار جلد 14 صفحہ 257

یایوں ملتا ہے کہ ایک دن جب معصوم نواسوں نے (جو اپنے نانا کے کندھے پر کھیل رہے تھے) نانا سے کھانے کو کچھ مانگا تو رسولؐ نے اپنی نور چشم حضرت زہراؑ سے کچھ کھلانے کو کہا تو فاطمہؑ نے فرمایا:

مَا فی بیتی شئی الا برکۃُ رسولِ اللہ

میرے گھر میں پیغمبر کی برکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ پانچ دن تک فاطمہؑ اور اولاد فاطمہؑ بھوکے رہتے تھے۔ کبھی زہراؑ اپنا حصہ علیؑ کے سامنے پیش کرتیں اور خود بھوکی رہتیں۔ تبھی مفاتیح الجنان میں زیارت فاطمہؑ میں آپ مومنات پڑھتی ہیں یا حلیفۃ الورع والزھد اے وہ ہستی جو ورع اور زہد (ترک دنیا) سے مانوس و ہمدم تھیں ورع کا درجہ تقویٰ سے بالاتر ہے زہراؑ کے مونس و ہمدم دوست جن کی وجہ سے قربت الٰہی حاصل ہوئی وہ زہد ہے۔ فاطمہؑ نے ہمیں سکھایا کہ خوبیوں تک پہنچنے کے لئے کچھ ظاہری خوشیاں قربان کرنی پڑتی ہیں انفاق کے لئے کچھ مال کا ہونا ضروری نہیں بلکہ کمال ایمان اور جود کی جرات کا ہونا ضروری ہے۔ مال نہیں کمال ضروری ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہورہا ہے:

لَوْ اَنْتُمْ تَمْلِکُوْنَ خَزَائِنَ رَحْمَۃِ رَبِّیْ اِذًا لَّاَمْسَکْتُمْ خَشْیَۃَ الْاِنْفَاقِ. (۱)

اگر زمین و آسمان کے تمام خزانے تمہیں مل جائیں تو پھر بھی تم بخل اور کنجوسی سے کام لوگے کیونکہ تم انفاق سے ڈرتے ہو تم میں وہ جرات نہیں تم میں وہ کمال نہیں۔

تم اندھے ہو کیونکہ جو بینا اور دیکھ رہا ہو کہ سامنے دریا ہے تو کبھی بھی ایک گلاس پانی دیتے ہوئے نہیں گھبرائے گا رحمت الٰہی کا دریا موجود ہے پھر کیوں کنجوسی سے کام لیں، آج کل "توکل" اور ایمان کی کمی ہے۔

---

(۱) سورہ بنی اسرائیل آیت 100

wealth نہیں faith چاہیے ہمارے پاس کچھ نہیں تو شادی کا لباس wedding dress تو ہے it اچھی طرح صندوق میں پیک کر کے رکھا ہوا ہے۔ جبکہ جناب زہراؑ جن پر مدینے کی خواتین ہنستی تھیں اور مذاق اڑاتی تھیں کہ ایک فقیر سے شادی کی ہے وہ زہراؑ اپنے شادی کے لباس کے ذریعے ایک روٹی کے ذریعے دنیا کی خواتین کے دلوں پر حکومت کر رہی ہیں۔ دلوں پر اسلام کا پرچم لہرا رہی ہیں جو یہودی بھیک مانگنے درِ زہراؑ پر جاتا ہے کلمہ شہادت اشھد ان لاالٰہ الااللہ واشھد ان محمدا رسول اللہ کہہ کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ (صلوات)

اکثر مسلمان سائل کا ہاتھ پکڑ کر اصحاب کے دروازوں پر جاتے تھے، تھک جاتے تھے لیکن کہیں سے کوئی مدد نہیں ملتی تھی خالی ہاتھ واپس آتے تھے ناامیدانہ آنکھیں اچانک درِ زہراؑ پر پڑتی تھیں تو اصحاب دل میں سوچتے تھے کہ یہ امید کا گھر ہے (اے ناامیدوں کی امید زہراؑ! ہم آپ کی نظر لطف کی امیدوار ہیں) کبھی رسولؐ ناامیدوں کو بلال کے ہمراہ درِ زہراؑ کی طرف راہنمائی کروا رہے ہیں اس خاکی مکان اور مٹی کے گھر کی طرف جس میں فرش کے طور پر صرف ایک کھال بچھی ہوئی ہے جو کارپٹ کے طور پر استعمال ہو رہی ہے حسنین کے لئے اور فاطمہؑ کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اب فاطمہؑ کچھ نہیں سوچتیں فوراً وہ فرش اس سائل کو دے دیتی ہیں (1)

جب یہودی کے گھر کبھی چادرِ زہراؑ کو کبھی پیراہن زہراؑ کو گروی، رہن کے طور پر رکھا گیا تو مسلمانوں کے رسولؐ کی بیٹی کے لباس کی حالت دیکھ کر یہودی متاثر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ زہراؑ کافروں کو مسلمان کر رہی ہیں کبھی کچھ دے کر سائل کو اور کبھی سائل بن کر زہد دکھا کر۔ آیئے مومنات آپ بھی زہراؑ سے شباہت حاصل کریں اور اس ملک میں کافروں کے دل جیت لیں۔

---

(1) چشمہ در بستر صفحہ 230

مصائب

ہمارے وقت کے امام مظلوم ترین امام ہیں آپؑ کے سامنے کوئی حجاب نہیں آپ عین اللہ الناظرۃ ہیں چشم الٰہی ہیں گویا اللہ کی آنکھ ہیں جو مسلسل دیکھ رہی ہے۔ امام زمانؑ ہر مخلوق کے ظاہر و باطن کو دیکھ رہے ہیں ہمارے وقت کے امامؑ جہاں رہتے ہیں وہاں امام حسینؑ کا خون آلود لباس موجود ہے ہر روز اس کو دیکھتے ہیں، ادھر بقیع بھی جاتے ہیں تو اماں زہراؑ کا شکستہ پہلو دیکھتے ہیں جب کاظمین کا رخ کرتے ہیں تو امام موسیٰ بن جعفرؑ کو زنجیروں میں دیکھتے ہیں اس لئے ہمارے امام عالم کے مظلوم ترین شخص ہیں اور جب عاشور کا وقت آتا ہے تو امام اپنی چشم بصیرت سے دیکھتے ہیں کہ میرے مظلوم جد بزرگوار کا عالم یہ ہے کبھی کوئی غلام کوئی بچہ آ کر امام کو تسلی دے رہا ہے۔ جون، غلام حسنین، غلام امام سجاد و امام باقر علیہم السلام پھر بھی امام حسینؑ سے کہتا ہے کہ یا امام مجھے اذن جہاد دے دیجئے، یہ نہ دیکھئے گا کہ میں سیاہ پوست ہوں میرے بدن سے بدبو آتی ہے۔ اے مجاہد کربلا اے غلام حسنین آپ نے اتنے سال خدمت کی پھر بھی اپنے آپ کو اتنا حقیر سمجھتے ہیں تبھی قبیلہ بن اسد والوں نے دیکھا کہ سب سے زیادہ خوشبو جون کے بدن سے آ رہی ہے۔ مولا! ہمارے چہرے بھی گناہوں سے سیاہ ہو چکے ہیں مولا یہ مومنات جو اشک بہا رہی ہیں ان کے دلوں کو منقلب کر دے۔ اور کبھی دشمن بھی ظلم کی انتہا دیکھ کر مظلوم حسین کی مدد کے لئے آ رہے ہیں۔ جی ہاں حر سے نواسہ رسول کی بے بسی نہ دیکھی گئی۔

حر ہمیں یہی درس دے رہے ہیں اے عزادارو اے حسینیو کبھی دیر نہ کرنا توبہ کرنے میں، میں نے دیر کی، میں نے دیر سے حسینؑ کو پہچانا آخری وقت میں، میں پچھتا رہا ہوں کہ کیوں آخری وقت میں میں نے اپنے مولا کی معرفت حاصل کی۔ تم لوگ جلد پلٹ جاؤ۔ ہاں عزادارو! حر اگر آج بھی توبہ نہ کرتے نا تو ہم زیارت عاشورا میں ان پر اور ان کے لشکر پر لعنت بھیج رہے ہوتے۔ اللّٰھم العن اول ظالم ظلم حق محمد و آل محمد۔ لیکن توبہ نے اس رحمت کے دروازے نے ان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔ کہ آج ہم حر پر سلام بھیج رہے ہیں آج ہم حر کو اس قدر عزت و شرافت سے یاد کرتے ہیں۔ صبح عاشور جب حر عمر بن سعد کے پاس گئے کہ تم حسینؑ کے ساتھ کیا کرنا

چاہتے ہو تو اس نے کہا یہ شخص اپنا ہاتھ نہیں دے رہا، بیعت نہیں کر رہا نہیں جھک رہا، اب کوئی چارہ نہیں سوائے ان کو قتل کرنے کے۔ یہ سن کر جناب حر ظالموں کے لشکر سے دور ہوتے ہیں اور مظلوموں کے لشکر کی طرف بڑھتے ہیں اور سر جھکا کر ابا عبداللہ الحسین کے سامنے حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں اے ابا عبداللہ اے مولا ھل من توبہ۔۔ کیا اس گناہگار کے لئے توبہ کی گنجائش ہے؟ عزادارو آپ کو معلوم ہے کہ امام حسین کریم تھے جب کوئی سائل آتا تھا جب کوئی مانگنے آتا تھا تو امام حسین سے اس کی شرمندگی دیکھی نہیں جاتی تھی نہ جانے کس طرح امام نے حر کے چہرے کی طرف دیکھا ہوگا اور کیسے فرمایا ہوگا کہ اے حر کیوں سر جھکایا ہوا ہے اپنے سر کو اٹھا لو یہ اکرم الاکرمین کا دروازہ ہے حر بولا مولا آپ نے تو معاف کر دیا مگر بنت علی کا دل میں نے دکھایا ہے مولا ایک کرم کر دیجئے جا کے شہزادی زینب سے میری طرف سے معافی مانگ لیجئے۔ اب حر میدان کارزار کی طرف نکلتے ہیں نئے نئے حسینی بنے ہیں کس قدر جوش و داولہ ہوگا یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کی طرف گئے کہ میں اپنے امام کی پناہ میں ہوں۔ یہ کہہ کے لڑے اور کچھ ناریوں کو فی النار کیا آخر حر کو اشجع الناس کہا جاتا تھا بالآخرۃ جب حر کا گھوڑا زخمی ہوا اور حر بھی زخموں سے چور چور ہوئے تو امام کو پکارا مگر افسوس ابھی امام نہ پہنچے تھے کہ ظالموں نے حر کے سر کو اس کے بدن سے جدا کر دیا۔ اور لشکر حسینی کی طرف پھینک دیا حسین نے حر کے سر کو اپنے دامن میں لیا اور رومال ان کے سر پر باندھتے ہیں اور سر سے خون صاف کرتے ہیں آیئے مظلوم حسین کے سر کو یاد کریں کہ یہ سر مبارک کبھی گھوڑے پر ہے کبھی نیزے پر ہے اور کبھی تندور میں اور کبھی درخت پر لٹکایا جاتا ہے کبھی یزید ملعون کے تخت پر (انا للہ وانا الیہ راجعون)

چوتھی مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُؤْثِرُوْنَ عَلىٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ام الائمہ کی سیرت پر غور وفکر کرنے کی توفیق ہم کنیزان زہرا کو حاصل ہے آج بی بی کی سیرت سے ازدواجی اعتبار سے درس لینے کی کوشش کرینگے، مگر مقدمۃً یہ دیکھنا ہے کہ شادی کے متعلق اسلام کا کیا نظریہ ہے؟

کیوں شادی کریں؟ گھر بسانے کا مقصد کیا ہے؟ کیوں اہل جہنم کی اکثریت غیر شادی شدہ لوگوں کی ہوگی؟ کیوں شادی کو سنتِ رسولؐ اور خدا اور رسول کا محبوب ترین معاملہ قرار دیا گیا؟ کیوں اسلام کی نظر میں شادی sociaty کی foundation ہے؟ آخر کیا فوائد ہیں؟

1: **جنسی ضرورت کو پورا کرنا،** sexual need کو پورا کرنا ہے جسے اسلام نے بہت احترام ومقدس انداز میں ذکر کیا ہے اور عبادت قرار دیا ہے لیکن یہ صرف ایک فائدہ ہے، صرف یہی مقصد نہیں جیسا کہ westerns سوچتے ہیں اسی سوچ کو بنیاد base بنا کر اسی فکر کی بنیاد پر وہ یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ اگر sexual desires کو ہی پورا کرنا ہے تو پھر کیوں صرف عورت سے شادی کریں مرد سے بھی جانور سے بھی بچوں کے ساتھ بھی ہوسکتا ہے جبکہ شادی کا مقصد صرف جنسی ضرورت کو پورا کرنا نہیں بلکہ روحی سکون وآرام حاصل کرنا ہے مرد عورت کے لئے باعث سکون ہے اور عورت مرد کے لئے باعث سکون ہے مرد عورت کے لئے باعث زینت وباعث عزت ہے تو عورت مرد کے لئے باعث زینت وباعث عزت ہے۔ اسلام بالکل برابر کا درجہ دے رہا ہے دو آیتیں ہیں ذرا غور کریں افلا یتدبرون فی القرآن تم قرآن میں کیوں غور نہیں کرتے اور پھر اسلام کے قوانین پر اعتراض کرتے ہو؟

پہلی آیت سکون کی آیت ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجاً لِتَسْكُنُوْا اِلَيْهَا ۔

ہماری نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے تم میں سے ہی تمہارے لئے جوڑیاں بنائی ہیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔

اس آیت میں تین نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱) مرد وزن خدا نے ایسے بنائے ہیں کہ کبھی مردوں کی قلت پیش نہیں آئی اور نہ کبھی عورتوں کی (خلقت میں توازن ہے)

(۲) خدا کہہ رہا ہے یہ میرا کام ہے جو دونوں میں ایسی کشش attraction ڈالی ہے کہ ایک دوسرے سے سکون ملتا ہے۔

(۳) ان دونوں میں حاکم ومحکوم کا رابطہ نہیں بلکہ محبت وشفقت کا رابطہ قائم ہے یہ دونوں احترام آدمیت میں مساوی ہیں۔ وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَّرَحْمَةً۔

دوسری آیت لباس کی آیت ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔

نرم لباس پرسکون ہوتا ہے تم بھی نرم مزاج بن کر ایک دوسرے کو سکون مہیا کرو۔

۱۔ لباس جس طرح موسم کے ساتھ بدلتا ہے موڈ بھی حالات کے ساتھ بدلنا چاہیے اگر تم میں سے ایک غمگین ہو تو دوسرے کو بھی اس کے غم میں شریک ہونا چاہیے، کبھی صبر سے کام لیں۔

۲۔ جس طرح لباس سردی گرمی سے بچاتا ہے اور بدن کے عیب چھپاتا ہے اسی طرح میاں بیوی بھی ایک دوسرے کے عیب چھپائیں۔

۳۔ جس طرح لباس بدن کی زینت ہے، میاں بیوی کو بھی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی زینت بنیں۔

۴۔ یہ لباس عام لباس کی طرح نہیں جسے بار بار اتارا جا سکے اس لئے ایسا لباس انتخاب کیا جائے جو آپ کو سکون دے اور عزت دے جیسا کہ قرآن نے کہا کہ تقویٰ کا لباس بہترین لباس ہے تو معلوم ہوا کہ بہترین شریک حیات وہ ہے جو

مستحق ہو۔

2: عشق ومحبت ،خدا خالق ہے خوب واقف ہے کہ جب انسان بالغ ہوتا ہے تو خود بخود فطری طور پر naturally اس کے اندر عشق ومحبت کا جذبہ اجاگر ہوتا ہے یعنی وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے چاہیں اور وہ بھی کسی کو چاہے۔اس لئے ہر روز ایک نئی چیز سے محبت کرتا ہے سمجھتا ہے یہ وہی چیز ہے جس کی مجھے ضرورت ہے کسی دوست کے ساتھ رابطہ کیا مگر ٹوٹ گیا اگر اس طرح دوستیاں ٹوٹتی جائیں تو وہ سائیکالوجیکل patient بن جاتا ہے وہ سب سے بدظن ہوجاتا ہے، suspicious ہوجاتا ہے اس فطری تقاضے کو صرف شادی اور گھر بسانا ہی پورا کرسکتا ہے کہ عشق کرے اور عشق لے، تبھی قرآن نے کہا وجعل بینکم مؤدۃ ورحمۃ، اسلام زندگی کو جنت بنانا چاہتا ہے۔

3: نسل بڑھانا۔اب بیوی ماں بھی بننا چاہتی ہے شوہر کے اندر باپ بننے کی خواہش بھی سر اٹھاتی ہوئی نظر آتی ہے یہ بھی فطری تقاضے ہیں اب بتایا کہ شادی ہو تا کہ جنسی ضرورت پوری ہو، روحی طور پر سکون ملے، عشق ومحبت کا تقاضا پورا ہو، دونوں برابر کے شریک ہیں ایک ہی جیسے فرائض ہیں لیکن چوتھے مرحلے میں ذمہ داریاں الگ ہوجاتی ہیں ماں کا کردار الگ ہے اور باپ کا کردار الگ ہوجاتا ہے۔اب ماں نے بچے کو جننا ہے دودھ پلانا ہے اور اس کی تربیت کرنی ہے۔اس لئے یہ عظیم کام full time job ہے لہذا اس کو فل ٹائم دینا ضروری ہے تبھی ماں کو پرسکون ماحول کی ضرورت ہے کوئی بوجھ burden، کوئی اور بڑی ذمہ داری ماں پر نہیں ہے تا کہ وہ پریشان نہ ہو کسی tention کا شکار نہ ہو، تھکی تھکی نہ رہے۔

اب دیکھیں آپ بھی اپنی سیدہ نساء العالمین فاطمہ زہراؑ کی طرح دل وجان سے خوش ہوجائیں اپنے چہروں پر تبسم کے آثار نمایاں کریں کہ ہماری جانیں قربان ہوں اس اسلام پر جس نے اتنا ہمارا (ماؤں کا) خیال رکھا تبھی تو اقتصادی financially ذمہ داری مردوں پر ڈالی ہے۔ہمیں اس نعمت کا احساس نہیں ہے اس احترام کی قدر نہیں جو اسلام نے عورت کو دی ہے لیکن ہماری آئیڈیل خوب جانتی ہیں کہ وہ گھر جو نور کا گھر ہے جہاں کے قوانین rules سب کے سب وحی الٰہی devine revelation کے ذریعے نازل ہوتے ہیں جب میاں بیوی کے درمیان کام responsbalities تقسیم ہوئیں اور نبیؐ نے فرمایا کہ اے علیؑ آپ گھر سے باہر کے کام کریں اور

اے فاطمہؑ آپ گھر کے داخلی امور کی ذمہ داری سنبھالیں تو زہرا اطہرؑ کے لبوں نے تبسم فرمایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

فَلَایَعْلَمُ ماداخلنی مِنَ السُّرُوْرِ اِلاَّ اللّٰہ با کفانی رسولُ اللّٰہ تحمل الرقاب الرجال (۱)

اے جوانو غور سے سنو سیدہؑ کیا فرما رہی ہیں سیدہؑ فرماتی ہیں کہ:

خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ اس کام کے تقسیم کرنے سے میں کتنی خوش ہوں۔

عورت بچوں کو مہر و محبت کے ذریعے نفسیاتی روحانی غذا دیتی ہے مرد طاقت وقوت کے ذریعے جسمانی غذا فراہم کرتا ہے عورت بچوں کو داخلی خطرات سے بچاتی ہے مرد بیرونی دشمن کا مقابلہ کرتا ہے۔ اب بتائیں روحانی غذا spiritual food زیادہ مہم ہے یا جسمانی غذا؟ داخلی دشمن زیادہ خطرناک ہے یا بیرونی؟ دوسرے الفاظ میں مرد کا کام (روٹی، کپڑا، مکان) فراہم کرنا ہے ظاہری چیزیں دینا ہے جبکہ عورت کا کام (پیار محبت عزت) باطنی چیزیں دینا ہے اور آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ انسان کی انسانیت روٹی کپڑے مکان سے بنتی ہے یا پیار ومحبت وعزت سے بنتی ہے؟ اب مجھے کہنے دیجیئے کہ کیا اس دنیا میں انسانیت کو کمال تک لے جانے سے زیادہ کوئی عظیم job ہے اس سے بڑھ کر کوئی عظیم ذمہ داری ہے جو خدا نے عورت کو سونپ دی ہے؟ نہیں! اب یہ ذمہ داری اور عظیم job عورت کے ذمے ہے اب عورت خانہ داری کو فخر سمجھے گی جس طرح سیدہؑ نے فخر سمجھا۔

جناب زہرؑا نے اپنا وجود علیؑ کے لئے فدا کر دیا قربان کر دیا وہ اس دنیا سے گئیں تا کہ علیؑ باقی رہیں وہ راویہؑ فضائل علیؑ، علیؑ کے قصیدے پڑھنے والی زوجہ تھیں وہ حانیہ تھیں

الحانیة، المُشفِقَةُعلیٰ زوجِها و اولادھا۔ حانیہ یعنی وہ ہستی جو اپنے شوہر اور اولاد کے لئے مہربان ہو۔

علیؑ ہر روز زہرؑا کی قبر پہ جاتے تھے کیونکہ پوری کائنات میں ایک ہی ہمسر وہم کفو علیؑ تھیں اب وہ نہ رہیں، تو علیؑ تن وتنہا رہ گئے ہیں تبھی نماز صبر پڑھ رہے ہیں۔

---

(۱) وسائل الشیعہ جلد 44 صفحہ 123

عورت کی طاقت

(۱) جنت و دوزخ بنانے والی

(۲) انسان کو کامیاب و ناکام بنانے والی

(۳) انسان کو شاداب کرنے والی

(۴) انسان کو نظم دینے والی

(۵) ملک کو ترقی دلانے والی

مثالی بیوی اور مثالی شوہر

رسول گرامی فرماتے ہیں کہ:

بہترین عورت وہ ہے جو محبت کے جذبات سے بھری ہو(۱)

عورت جتنا محبت کرے گی اتنی ہی محبت اسے ملے گی۔ایسی نگاہ ہو جیسی زوجہ المرتضی کی تھی وہ علیؑ جن کے کندھوں پر اسلام کی عظیم ذمہ داریاں تھیں جب تھک ہار کر گھر آتے تو سیدہؑ کی ایک محبت بھری نگاہ کافی تھی کہ علیؑ تازہ دم ہو جائیں۔

امام علیؑ فرماتے ہیں:

وَ لَقَدْ كُنْتُ اَنْظُرُ اِلَيها فَتَنكَشِفُ عَنِّى الْهُمُوْمُ وَالاَحْزَان (۲)

میں ان (فاطمہؑ) کی طرف دیکھتا تو میرا غم و اندوہ ختم ہو جاتا۔

مرد سے کہا جا رہا ہے کہ عورت محبت کی اسیر ہوتی ہے۔اسکی غذا محبت ہے اسکی زندگی اور رعنائی ہے۔

رسول گرامی فرماتے ہیں:

انسان کا ایمان جتنا کامل ہوتا ہے اتنا زیادہ وہ اپنی زوجہ سے محبت کرتا ہے۔

---

(۱) بحار الانوار (۲) کشف الغمہ جلد اول 492

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

عورت کی ساری توجہ مرد پر ہوتی ہے لہذا اپنی بیویوں سے محبت کریں، احترام کریں۔

ہر شخص کے لئے اپنی ذات محترم ہے اور احترام کا بھوکا ہوتا ہے جسے احترام مل جائے وہ مطمئن ہوتا ہے اگر نہ ملے تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے مختلف حربے اپناتا ہے جس سے گھر کا ماحول خراب ہوجاتا ہے۔ پیغمبرؐ گرامی فرماتے ہیں:

بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے استقبال کے لئے گھر کے دروازے تک جائے اور well come یا اس طرح احترام کرے کہ ہاتھ صاف کرنے کے لئے تولیہ پیش کرے۔ جیسا کہ آجکل tissue پیش کرے یا کبھی ہاتھ پاؤں دبائے۔

ایک اور حدیث میں رسولؐ فرماتے ہیں کہ

نیک اور بلند مرتبہ لوگ اپنی بیویوں کی عزت کرتے ہیں اور پست قسم کے لوگ ان کی توہین کرتے ہیں لہذا اگر great بننا ہے تو دوسروں کا احترام کرو۔

ہمارے پانچویں امام محمد باقر صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جو شخص شادی کرے تو اسے چاہیے کہ اپنی زوجہ سے عزت واحترام سے پیش آئے۔ گویا شادی یعنی احترام وعزت۔

درگزر سے کام لیں اور دل آزاری نہ کریں

زندگی میں نشیب وفراز up and down آتے رہتے ہیں تلخ لمحوں میں حوصلہ سے کام لینا چاہیے۔

رسولؐ خدا فرماتے ہیں:

جو عورت اپنی زبان سے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے اس کی نمازیں اور اعمال قبول نہیں ہوتے (۱)

---

(۱) بحار الانوار

رسولؐ خدا جانتے تھے کہ عورت کی زبان تیز چلتی ہے خطرناک ہے ایسے جملے نہ کہے کہ شوہر گھر سے تنگ آجائے مثلاً یہ نہ کہے کہ تمہاری والدہ مجھے نہیں چاہتی وہ میری برائیاں ادھر ادھر بتاتی ہے تمہاری بہنیں مجھ سے jealous ہوتی ہیں یا فلاں شخص کی بیوی کتنی خوش قسمت ہے انہیں کتنا اچھا شوہر ملا ہے۔ اسی طرح مرد سے کہا گیا ہے کہ عورت جذباتی ہے emotional ہے اس کی غلطیوں کو معاف کردے ہاں البتہ بعض جگہ معاف نہ کرنا بھی عورت کے فائدے میں ہے۔ جیسے

۱: جب نامحرم مردوں سے زیادہ رابطہ رکھے۔

۲: نماز روزہ اور واجبات پر عمل نہ کرے۔

۳: شوہر کے مال کو غلط جگہ پر استعمال کرے اور اس کی اجازت کے بغیر باہر جائے۔

لیکن افسوس ہمارے معاشرے میں بیوی کی آخرت سدھارنے پر کبھی سختی نہیں ہوتی بلکہ ایسے کاموں پر سختی کی جاتی ہے جن کے نہ کرنے سے ان کی دنیوی زندگی میں خلل پیدا ہوتے ہیں جیسے کیوں کھانا نہیں بنایا؟ ہمارے پانچویں امام محمد باقر علیہ السلام نے ہمیں یہ سکھایا کہ شادی در حقیقت احترام و عزت کرنے کا نام ہے تبھی تو احادیث میں ہے کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو پیار سے پکاریں صرف نام لے کر نہ پکارا کریں احترام سے پیار بھرا نام لیں۔ رسولؐ کی کتنی بیویاں تھیں لیکن اپنا کام خود کرتے تھے نہ کبھی اصحاب سے کہتے اور نہ ہی بیویوں سے کہتے تھے کیونکہ آپؐ نے خود فرمایا کہ:

ملعون من کَلَّ نفسہ علیٰ الناس

ملعون ہے وہ شخص جو اپنا بوجھ دوسروں پر ڈالے۔

ایک دن رسول اللہ اپنے اصحاب کے ساتھ سفر کر رہے تھے راستے میں ایک مقام پر استراحت کے لئے رکے تھوڑی دیر بعد رسول اللہ دوبارہ گھوڑوں کی طرف واپس آئے اصحاب سمجھے کہ شاید رسول کو یہ جگہ پسند نہیں آئی لیکن پتہ چلا کہ رسولؐ گھوڑے کو باندھنے کیلئے گئے تھے تو اصحاب حیران ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ آپ اتنے چھوٹے سے کام کے لئے خود کیوں اٹھ کے چلے گئے کسی صحابی سے کہہ دیتے تو فرمایا ہمیں اپنا کام خود کرنا چاہیے۔

مصائب

حبیب بنا ہے محبِ بنا ہے فاطمہ کا، ام الائمہ کا تو حبیب ابن مظاہر سے سیکھیں وہ حافظ قرآن تھے جب آخری وقت میں حبیب کا سر امام حسین کے پاس آیا تھا تو امام نے فرمایا تھا اے حبیب تجھ پر درود و سلام ہو کہ تو ہر روز نماز عشاء کے بعد قرآن پڑھنا شروع کرتا تھا تو صبح تک ایک قرآن ختم کرتا تھا۔ حبیب حبیب الرسول تھے حبیب علیؑ تھے حبیب الحسن تھے حبیب الحسین تھے آپ نے چھ معصوم سے درس لیا ہے جنگوں میں علیؑ کے ساتھ تھے خواص میں سے تھے خاص صحابیوں میں سے تھے اور جب امام کا خط جاتا ہے دعوت نامہ جاتا ہے۔ اس وقت کوفے کے حالات اچھے نہیں تھے سخت چیکنگ ہوتی تھی۔ نہ جانے کس طرح امام کا خط حبیب تک پہنچ جاتا ہے، قبیلے والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ حبیب مدد کے لئے جانا چاہتے ہیں، حبیب مصلحتاً جھوٹ بولتے ہیں اسے تقیہ کہتے ہیں اسلام میں جائز ہے نا، جس طرح دو مومنوں کے درمیان محبت ڈالنے کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے اسے کہتے ہیں دروغ مصلحت آمیز۔ یہاں حبیب کہتے ہیں میں بوڑھا ہو چکا ہوں اب میں کسی کام کا نہیں رہا میں کیسے مدد کر سکتا ہوں حبیب کی یہ باتیں زوجہ سن رہی تھی اس کو بڑا غصہ آتا ہے بیوی کہتی ہے کہ تم نے کیا کہا کہ تم حسین کی نصرت نہیں کرے گا حبیب کہتے ہیں ہاں میں نہیں جاؤں گا کیونکہ حبیب زوجہ سے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں دشمن کو نہ بتا دے۔ زوجہ کہتی ہے اچھا کیا تم سچ کہہ رہے ہو قیامت میں کیا جواب دو گے؟ غصے میں اپنی چادر اتار کر حبیب کے سر پر رکھ دیتی ہے اور کہتی ہے تم عورت بنو گھر میں رہو میں جاتی ہوں یہ کہہ کر نالہ بلند کرتی ہے کہ یا حسینؑ اگر میں مرد ہوتی تو آج ضرور تیری نصرت کے لئے آتی۔ یہ سننا تھا حبیب نے کہا مت رو میں اپنی اس سفید داڑھی کو حسین کی نصرت میں اپنے خون سے رنگین کر دوں گا میں تو صرف تجھے دیکھنا چاہ رہا تھا حبیب گھر سے باہر نکلتے ہیں کیا دیکھتے ہیں لوہاروں کا بازار گرم ہے تلواریں تیز ہو رہی ہیں تیر اور نیزے زہر میں بھگوئے جا رہے ہیں کس لئے؟ نواسہ رسولؐ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے، حبیب نے جب یہ منظر دیکھا حیران ہوئے کہ اللہ اکبر یہ کیسا وقت آ گیا ہے غلام کو گھوڑا دے کر شہر سے باہر انتظار کرنے کے لئے کہا۔ غلام کافی دیر تک انتظار کرتا رہا جب کافی دیر تک نہ آئے تو وہ غلام گھوڑے سے کہتا ہے اے اسب باوفا اگر مولا نہ آئے تو میں خود کربلا جاؤں گا حسینؑ کی مدد کرنے کے لئے۔ اتنے میں حبیب تشریف لاتے ہیں غلام کی باتیں

سن کر گریہ کرتے ہیں کہ اے حسینؑ کیا وقت آ گیا ہے تجھ پر کہ غلام بھی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہے۔ ادھر کربلا میں حسینؑ امامت کے معجزے سے حبیب کی آمد کی خوشبو سونگھتے ہیں اور انتظار کرتے ہیں جب حبیب میدان کربلا میں پہنچے تو جناب حسینؑ اس قدر خوشحال ہوئے زینب کی طرف سے سلام بھیجا گیا تو حبیب حیران ہوئے کہ شہزادی پر اتنا برا وقت آ گیا کہ مجھے سلام کر رہی ہیں ہاں عزادارو میں کہونگی یا حبیب ابن مظاہر آپ کی عمر جنگ کرنے کی عمر نہ تھی آپ بہت ضعیف تھے لیکن آپ نے خوب جنگ کی خوب حسینؑ کی نصرت کی۔ کہتے ہیں ہاتھوں میں رعشے پڑ گئے تھے لیکن تلوار پکڑ کر کہتے ہیں کمر کو باندھ کر کہتے ہیں کہ اے فاتح خیبر اس طرح لڑوں گا کہ تجھ سے داد لونگا۔ ہاں عزادارو حبیب ناریوں کو فی النار کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کی تلوار کند ہو جاتی ہے حسینؑ سے دوسری تلوار لیتے ہیں اور شجاعت کے ساتھ جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کا آخری وقت آیا حبیبی و نور عینی یا حسین السلام، السلام اے میرے دوست اے میرے نور نظر حسینؑ آپ پر آخری سلام ہو ہاں عزادارو کہا جاتا ہے کہ حبیب کا سر جب کوفے کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو حبیب کے بیٹے نے اپنے بابا کے سر کو پہچانا کہ بدین ملعون کے گھوڑے کی گردن پر لٹکا ہوا ہے تو رو رو کر کہتا ہے کہ اے بدین مجھے اپنے بابا کا سر دے دو میں اسے دفنا ؤنگا میں ابن زیاد سے بھی زیادہ تجھے انعام دونگا لیکن وہ ملعون نہ مانا مجھے اس وقت یتیمہ حسینؑ یاد آئی جنہوں نے اپنے بابا کا سر کربلا سے کوفہ کوفہ سے شام مسلسل دیکھتی رہی لیکن نہ چھو سکتی ہے نہ رو سکتی ہے نہ ہاتھ لگا سکتی ہے نہ دفنا سکتی ہے جب شام کے زندان میں بابا کا سر دامن سکینہ میں آیا تو۔۔۔

پانچویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

فاطمہؑ شناسی کے عنوان سے سلسلہ گفتگو کے پانچویں مرحلے میں ایک نازک اور اہم مسئلے پر غور وفکر کرنا ہے ایک بنیادی مسئلہ جو ہماری زندگی میں piller کی حیثیت رکھتا ہے اس پلر کے رکھنے کا طریقہ سیکھنا ہے وہ پلر اگر صحیح رکھا جائے تو انسانیت کو نجات مل سکتی ہے ورنہ انسانیت تباہ ہو جاتی ہے اور وہ ستون اور پلر عورت کے لئے شوہر داری ہے اور مرد کے لئے اچھی اور نیک بیوی کا انتخاب کرنا ہے۔ کیونکہ یہ بچہ داری تربیت اولاد کے لئے بھی ضروری ہے شوہر کے انتخاب سے ہی بچے کی تربیت کا آغاز ہوتا ہے معاشرہ کا سکون گھر کے سکون سے وابستہ ہے لازم وملزوم ہیں۔ گھر کے سکون ونظم discipline اور پیار اور اپنائیت کی چابی کس کے ہاتھ میں ہے؟ عورت کے ہاتھ میں ہے۔ علمی اعتبار سے، مالی اعتبار سے، روحانی اعتبار سے ہر حوالے سے مرد کی ترقی اور کامیابی کے پیچھے عورت کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اگر یہ بات یقینی ہے تو ثواب بھی اجر بھی درجہ بھی یقیناً عورت کو بھی ملے گا نہ صرف ملے گا بلکہ زیادہ بھی مل سکتا ہے کیوں؟ اس لئے کہ مثلاً مرد نے کتاب لکھی سب نے شاباش دی welldone کہا اس کا نام مشہور ہوا لیکن عورت نے پیچھے پس پردہ زحمت کی، خلوص سے صرف خدا کے لئے کسی کو معلوم بھی نہ ہوا کوئی شاباش نہ ملی لیکن اے عورت تجھے خدا دیکھ رہا ہے وہ بصیر دیکھ رہا ہے وہ بہت اجر دے گا، تو صرف ایمان رکھ، یقین کر اور شکایت نہ کر۔

شوہرداری ایک فن ہے ایک ہنر، skill ہے شوہرداری ایک ایسا فن ہے جو ہر فن سے زیادہ ظریف دقیق اور مشکل ہے لہٰذا اس مشکل فن کو سیکھنے کے لئے اور اس فن میں کامیاب ہونے کے لئے ایک استاد teacher کی شدید ضرورت ہے ایک role model چاہیے۔ پھر ہم آگئے زوجۃ المرتضیٰ بھجۃ قلب المصطفیٰ کے

در پر،

یافاطمۃ الزہرا! قدم قدم پر آپ کی کنیزیں آپ کے دروازے پر جھک جھک کے مدد مانگ رہی ہیں اے بنت رحمۃ للعالمین! میرے عزیز مومن سامعین کو وہ سب کچھ دینا، وہ ساری qualities دینا جو ایک بہترین کنیز زہرا میں ہونی چاہئیں (آمین) قبولی دعا کے لئے صلوات۔

شوہرداری اور جہاد

عورت کے لئے شوہر کی خوشی کو حاصل کرنا جہاد ہے جیسا کہ امام علیؑ فرماتے ہیں۔

جِهادُ الْمَرْئَةِ حُسْنُ التَّبَعُّلِ.

عورت کا جہاد بہترین شوہرداری کرنا ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات عورت اپنے جذبات اور اپنی خواہشات اپنی مرضی کو قربان کرتی ہے دوسروں کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم کرتی ہے تو کیا یہ جہاد نہیں؟ اور کبھی جہاد وضع حمل کی زحمتوں کو شہادت میں بدل دیتا ہے یہ مرحلہ بھی میدان جنگ میں موت وحیات کی کشمکش سے کم تر نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ امام خمینیؒ کی بہو نے ایک دن اپنے بچوں کی شرارت سے تنگ آ کر ان کے سامنے اس بات کا اظہار کیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اے فاطی! میں حاضر ہوں اپنے اعمال کا ثواب تمہیں دے دوں جس کے بدلے میں تم مجھے اس صبر کا ثواب دے دو جو تم بچوں کی تربیت کیلئے کرتی ہو۔

خدا کی قسم ام الائمہ کی زندگی کس قدر اس دور کے انسانوں کے لئے ضروری ہے انسانیت کی کشتی، طوفان میں ڈوب رہی ہے جسے ساحل سمندر کی ضرورت ہے اور وہ ساحل یہ ہستیاں ہیں۔ بی بی کی زندگی کے صرف ایک زاویہ کو مت دیکھیں ایک طرف اگر شوہرداری کا جہاد ہورہا ہے تو دوسری طرف علمی جہاد بھی ہورہا ہے۔ انشاءاللہ کل بی بی کے علمی جہاد پر تفصیل سے گفتگو ہوگی آج اشارہ کرتی چلوں۔

کتب اربعہ

یعنی وہ چار کتابیں جنہیں اصول یعنی بنیادیں کہا جاتا ہے شیعوں کی تمام احادیث کا منبع یہی کتابیں ہیں جس طرح اہل سنت کے ہاں صحاح ستہ ہیں۔ پہلی کتاب اصول کافی ہے جن کے مصنف محمد یعقوب کلینیؒ ہیں، دوسری اور تیسری کتاب الاستبصار اور التہذیب کے مصنف شیخ طوسیؒ ہیں اور چوتھی کتاب من لایحضرہ الفقیہ کے مصنف شیخ

صدوق ؒ ہیں۔ تینوں مصنفوں کا نام محمد اور لقب ابو جعفر ہے ان کو محمدون ثلاث کہا جاتا ہے۔ شیخ یعقوب کلینیؒ جن کی کتاب میں نوے ہزار سے زیادہ احادیث ہیں جبکہ صحاح ستہ جو کہ چھ کتابیں ہیں ان میں صرف سات ہزار احادیث پائی جاتی ہیں۔ اب ذرا دیکھئے کہ یہ کتاب کیوں لکھی گئی؟ اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ بنا کہ کسی مومن نے کلینیؒ کو خط لکھا کہ ہمارے شیعوں نے علم چھوڑ دیا ہے برائے نام مسلمان ہیں لیکن اسلامی قوانین سے بے خبر ہیں جہل و تاریکی میں زندگی بسر کر رہے ہیں صرف گزشتہ عادات و رسومات سے مجبور ہو کر کچھ اسلامی اعمال انجام دیتے ہیں ایسے لوگ کہتے ہیں کہ ہر کام اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہیے تو آپ بتایئے کہ کیا یہ ٹھیک ہے؟ تو مرحوم کلینیؒ اس خط کے جواب میں لکھتے ہیں کہ میں تمہاری درخواست پر ایک ایسی کتاب لکھ رہا ہوں جو تمام علوم دینی پر مشتمل ہے۔ جس کی تالیف میں بیس سال کا عرصہ لگا۔

یا شیخ صدوق کی زندگی اٹھا کر دیکھ لیجئے جو العلم ضالۃ المومن کے مصداق تھے یعنی علم ان کا گمشدہ مال تھا آپ کو مہاجر علم کا لقب دے سکتے ہیں کیونکہ آپ نے تقریباً نو مقامات کی طرف ہجرت کی اگر آپ سنتے کہ فلاں ملک یا شہر میں کوئی راوی یا محدث پایا جاتا ہے تو فوراً اس شہر کی طرف چلے جاتے۔ ان کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ۵۹۶۳ احادیث ہیں۔ یا علامہ مجلسی کی زندگی دیکھیے کہ دس لاکھ چار ہزار دو سو لائنیں لکھیں جس کو ان کی عمر کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو تقریباً روزانہ ۵۳ لائنیں بنتی ہیں۔

علیؑ و بتولؑ کی مشترکہ ازدواجی زندگی صرف نو سال تھی کہ اس نو سال کے دوران امام علیؑ کو بہت سی جنگوں میں تقریباً ساٹھ جنگوں میں شرکت کرنی پڑی اب دیکھیں شوہر مسلسل جہاد میں مشغول ہے، مالی حالات بھی ٹھیک نہیں ہیں مسلمانوں کے لیڈر کی بیٹی ہے مگر فقیری میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ (روایت کے مطابق، فقراء کا ایک خاص درجہ جنت میں ہوگا کیونکہ وہ دنیا میں مال کی نعمت سے محروم رہے ہیں ہمیں بھی ان کی مدد کر کے وہ درجہ حاصل کرنا ہے) ان حالات میں شوہرداری Matrimonial relationship کرنا ہے، شوہر کو خوش ہی نہیں بلکہ بے فکر بھی رکھنا ہے اپنی طرف سے اور کام کی طرف سے بے فکر، گھر کی طرف سے اور مالی اعتبار سے اور اولاد کی طرف سے بھی بے فکر رکھنا ہے تا کہ کوئی پریشانی لاحق نہ ہو اور آرام سے جہاد کر سکیں، علمداری رسول کی ذمہ داریاں پوری کر سکیں۔ بچوں

کی تربیت، چلیں آپ کہیں گے کہ حسنین تو امام تھے درست مگر زینبؑ کے بارے میں کیا کہیں گے کیا یہ بات ہمارے جوانوں کے لئے best exaple نہیں ہے؟

مصائب

شب عاشور بھی ساری عبادت میں گزری تھی اور اب گیارہ محرم کو بھی عبادت ہو رہی ہے لیکن آج نہ حسینؑ ہیں نہ عباسؑ ہیں اور نہ ہی علی اکبرؑ۔ اب صرف زینبؑ ہیں۔ مصائب سے عظیم درس لے کر زینبؑ کی نماز شب اس مشکل وقت میں بھی ترک نہ ہوئی زینبؑ عابدہ ہے زینبؑ نے اسلام کے لئے اتنی بڑی قربانی دی مگر میں کیا دے رہی ہوں اسلام کے لئے؟ ایک منٹ کی نیند بھی قربان نہیں کر سکتی پھر کہتی ہوں اللہ کو چاہتی ہوں؟ نہیں، واللہ اپنے ضمیروں سے سوال کریں کہ کہاں سے اللہ سے پیار کرتے ہیں؟ زینبؑ بنت فاطمہؑ بنت لیلۃ القدر بنت علیؑ، نماز شب پابندی سے پڑھ رہی ہیں اس عالم میں بھی اب زینبؑ اسیروں کی سردار ہیں سیدۃ الاسراء عورتوں کو سنبھالنا ہے، بچوں کو ڈھونڈنا ہے، جسم پر تازیانوں کے نشان بھی ہیں پاؤں بھی زخمی ہیں کیونکہ زمین کانٹے دار ہے ان تمام مشکلات کے باوجود اتنی طاقت زینبؑ کے اندر ہے کہ زینبؑ نے اپنا وظیفہ بخوبی انجام دیا کہ نہ کوئی بچہ گما، نہ کوئی بچہ گھوڑوں کی ٹاپوں کے نیچے آ کر پامال ہوا نہ کوئی خاتون خیموں میں رہ گئی نہ ہی امام وقت کو زینبؑ کی ذمہ داری کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔

ام المصائبؑ نے جب سارے کام انجام دے دئے خدمت مخلوق سے جب فارغ ہوئیں۔ اب وہ زینبؑ جس کے بدن پر شہداء کے خون کے نشان ہیں حسینؑ کے خون کے قطرے ہیں کیونکہ زینب حسینؑ کے کٹے ہوئے گلو کا بوسہ لے کر مقتل سے آئی تھی۔ وہ زینبؑ جب تمام کاموں سے فارغ ہوتی ہیں تو اب نماز شب پڑھنا چاہتی ہیں مگر کھڑی ہو کر نہیں پڑھ سکتیں بیٹھ کر راز و نیاز کر رہی ہیں زینبؑ کو اپنی ماں کے آخری ایام یاد آ گئے ہونگے کہ وہ جوان ماں جو شکستہ پہلو کے ساتھ سہارا لے کر چلتی تھیں اور کھڑی ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتی تھیں۔

ہاں عزادارو! زینبؑ کے لعل اور جگر گوشہ کا آج تابوت اٹھے گا سارا سال اس دن کا انتظار رہتا ہے۔ جی بھر کر زینبؑ کو پرسہ دیں گے، اس ماں کے لئے روتے ہیں جو اپنے بچوں کے لئے نہیں روئی۔ میدان کربلا میدان مباہلہ سے کم نہیں تھا جس طرح مباہلہ میں مرد و زن، بوڑھے بچے جوان سب تھے، یہاں بھی بچے ہیں کمسن ترین بچے

جنھوں نے تلوار لے کر جہاد کیا۔عزادارو یہ بچے اس قدر کم عمر تھے کہ''زرہ'' ان کے بدن پر پورا نہیں آتا تھا بغیر زرہ کے جاتے تھے اور ایک بھائی دوسرے بھائی سے یوں کہتا ہوگا اے بھیا سب کے بابا کربلا میں موجود ہیں ہمارے بابا کربلا نہ آسکے آئیں ماموں سے اجازت لیتے ہیں اور اس طرح لڑتے ہیں کہ بابا کے نہ ہونے کا ماموں کو احساس تک نہ ہو نہ جانے کس دل سے حسینؑ نے اجازت دی ہوگی؟ بہن کے بچے بھائی کو بہت عزیز ہوتے ہیں۔نو جوان مجاہد رجز پڑھتے ہوئے میدان کی طرف گئے۔اشقیاء نے دونوں کو گھیرے میں لیا

وامصیبتاہ زینبؑ کے گلستان میں خزاں آ گئی حسین بے چین ہیں دیکھا بچے گھوڑے سے گر رہے ہیں حسینؑ بچوں کے پاس پہنچے اللہ اکبر جیسے ہی بچوں نے ماموں کی جانب دیکھا کہا ماموں کیا ہم نے اپنی ماں کو سرفراز کیا؟ اور حسین کے قدموں میں جان دے دی۔اب حسین لاشوں کو لئے خیموں کا رخ کرتے ہیں حیران ہے کہ بہن درخیمہ پر موجود نہیں۔وجہ اسوقت معلوم ہوئی جب مدینہ پہنچ کر عبداللہ نے پوچھا تو زینب کے گریہ کی آواز بلند ہوئی،عبداللہ اگر میں درخیمہ پر آتی تو مجھے اس بات کا خوف تھا کہ میری نگاہ حسینؑ کی نگاہ سے ٹکراتی اور میرا بھائی شرمندہ ہو جاتا۔

چھٹی مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُؤْثِرُوْنَ عَلیٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

زہراؑ اور علمی جہاد

معصومین کی ایک اہم ذمہ داری اور ان کا ایک بنیادی کام یہ تھا کہ وہ جہل و نادانی ignorance کو جڑ سے اکھاڑیں۔ فاطمہ زہراؑ معصومہ ہیں، نبوی حکمت و معرفت کی وارث ہیں، باب العلم کی زوجہ ہیں، ذرا غور کیجئے امام صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

لَوْلَا اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لِفَاطِمَةَ مَا کَانَ لَهَا کُفْوٌ عَلیٰ ظَهْرِ الْاَرْضِ مِنْ آدَمَ وَمِنْ دُوْنِهٖ (۱)

اگر علیؑ کو اللہ تعالیٰ خلق نہ کرتا تو فاطمہؑ اس دنیا میں یکتا و تنہا ہوتیں آدم سے لے کر خاتم تک کوئی بھی فاطمہؑ کا علم میں ہم کفو نہ ہوتا۔

تو خدا نے علیؑ کو خلق کیا تبھی فاطمہ زہراؑ علیؑ جیسی شخصیت سے کہہ رہی ہیں:

اُدْنُ لِاُحَدِّثَکَ بِمَا کَانَ وَبِمَا هُوَ کَائِنٌ وَبِمَا لَمْ یَکُنْ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَةِ حِیْنَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ (۲)

میرے پاس آؤ تا کہ میں تجھے بتاؤں کہ اب تک کیا کچھ ہو چکا ہے اور کیا ہو رہا ہے اور قیامت تک کیا ہونے والا ہے۔

---

(۱) اصول کافی جلد ۱ صفحہ 461 (۲) بحار الانوار جلد 34 صفحہ 8

خود یہ نام "فاطمہؑ" "یہ نام جو خدا نے رکھا ہے بلا سبب نہیں رکھا بلکہ فاطمہؑ کو فاطمہؑ کہنا ہی اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ فاطمۂ فاطمہؑ ہے، فاطمہؑ یعنی بے نیاز ہستی، کہ معصومؑ فرماتے ہیں کہ:

خداوند نے انہیں اتنا علم دیا ہے کہ ہر استاد سے بے نیاز ہوگئیں (۱)

نہ صرف نام "فاطمہؑ" "بلکہ "بتول" یعنی وہ ہستی جو فضل و دین وحسب ونسب میں اپنے زمانے کی خواتین سے مختلف تھیں۔ تو کیوں در زہراؑ کو چھوڑ کر دوسروں کے در پر جائیں حدیث میں ہے کہ:

جو جس کا جتنا کہنا مانے اس نے اتنا ہی اس کی عبادت کی اس کو چاہا۔

کیوں advertisments کو فالو کریں؟ کیوں کمرشلز کا کہنا مانیں؟ کیوں گھر کو چھوڑیں اور بازاروں کا رخ کریں؟ کیوں فلمز دیکھیں یا سینما کا رخ کریں؟ ایسے مقامات پر کوئی ہمیں نہیں کہتا کہ جاؤ تمہیں جانا ہے بلکہ خود سے کہتے ہیں ماما، بابا ہمیں وہاں جانا ہے، آیئے اب کہیے کہ ہمیں اس گھر کی مالکہ کی معرفت حاصل کرنی ہے اس عالمہ، اس کوثر کے چشمہ علم سے سیراب ہونا ہے اس کے علم کو ہم کیسے بیان کریں جس کے گھر کی چھت عرش الٰہی ہے، کتاب تفسیر برہان میں روایت میں ہے کہ:

علیؑ اور فاطمہؑ کا گھر رسولؐ کا کمرہ ہے اور ان کے گھر کی چھت عرش الٰہی ہے۔ اس گھر کے آخر میں عرش الٰہی تک ایک شگاف ہے ملائکہ صبح و شام ہر آن ہر لحہ وحی الٰہی کے ہمراہ ان پر نازل ہوتے ہیں ملائکہ کا نزول ملائکہ کی فوج در فوج آمد کبھی نہیں رکتی کچھ اس طرح کہ اگر ملائکہ کی ایک فوج اتر رہی ہے تو دوسری فوج واپس جارہی ہوتی ہے۔

حضرت زہراؑ کا خطبہ

تاریخ کہتی ہے کہ پچیس سال تک اس جیسا خطبہ کسی نے نہیں دیا حتی علیؑ نے بھی نہیں دیا ۲۵ سال کے بعد علیؑ نے اہل کوفہ کے لئے اس level کا خطبہ دیا اس سے آپ اندازہ لگایئے کہ زہراؑ کا علم کتنا عظیم ہے۔ اگر آپ

---

(۱) بحار الانوار جلد 34 صفحہ 13

نے زہراؑ کے علم کو پہچاننا ہے تو ان کی دعائیں پڑھیے ان کے خطبے کا مطالعہ کیجیے ان کے شاگردوں کی طرف نگاہ کیجیے تب آپ ان کے علم کے سمندر کے کناروں کا اندازہ لگاسکتی ہیں۔

خطبہ زہراؑ کی طرف ایک نگاہ کیجیے، خطبہ زہراؑ جس نے امامت کی عظیم خدمت کی اگر زہراؑ کا خطبہ نہ ہوتا تو شاید آج ہم نہ علوی ہوتے نہ حسنی ہوتے نہ حسینی ہوتے نہ زینبی، اسوقت صدیقہ اطہرؑ اکیلی وتنہا ہیں مگر حکومت وقت کے خلاف اپنے خطبوں کے ذریعے ایمانی جذبے اور الٰہی قدموں کے ساتھ آواز اٹھاتی ہیں، ذرا ان کی دلیری دیکھیے۔ پھر علیؑ تن وتنہا ہیں اقلیت میں ہیں منافقین وظالمین کے درمیان تنہا ہیں، حسنینؑ بھی اسی طرح۔ لیکن اولیاء الٰہی افراد کی کمی اور مال کی کمی سے نہیں گھبراتے اس لئے کہ حق جس کے ساتھ ہو، جو اسلام کو آباد کرنا چاہتا ہو اس اسلام میں خود اتنی طاقت ہے کہ نہ افراد کی کمی کا احساس ہونے دیتا ہے نہ مال کی کمی محسوس ہوتی ہے بلکہ یہ طاقت ایسی ہے کہ انسان میں میں مزید قوت ڈالتی ہے charge کرتی ہے۔ آیئے مومنات زہراؑ کی طرح مجاہدہ بنیں جو میدان میں اتر آئیں سیاست سے مکمل آگاہ تھیں۔

علیؑ کے گرد طواف کرنے والی حضرت فاطمہؑ ہیں

شمع امامت کے گرد اس طرح گھومتی ہیں جس طرح پروانے شمع کے گرد چکر لگاتے ہیں امام علیؑ وہ شمع ہدایت ہیں جن کے گرد بہت کم افراد تھے لیکن فاطمہ زہراؑ سب سے زیادہ عاشق مخلص ترین سابق ترین اور فداکار ترین پروانہ ہیں۔ علم اور معرفت سے یہ عشق پیدا ہوتا ہے، فاطمہ زہراؑ نے اپنے بابا سے سن رکھا تھا کہ:

مَثَلُ الْاِمامِ کَمَثَلِ الْکَعْبَةِ اذ تُوتیٰ ولا تاتی

امام تو کعبہ کی طرح ہوتا ہے جس کے گرد طواف کرنا ہمارا کام ہے۔

کیا کہنا اس امام کا جو خود مولود کعبہ بھی ہے اور رسولؐ نے خود کعبہ بھی کہہ دیا اور زہراؑ اطہر کو یہ افتخار حاصل ہے کہ بہترین طواف کرنے والی بن کر اس کعبے کے گرد مخلص ترین طواف کرنے والی بن گئیں۔ تبھی تو ام الفضائل ہیں ام العلوم ہیں اسلام کی عظیم ترین خادمہ ہیں بہترین مخلص ترین طواف کرنے والی ہیں۔ فاطمہؑ علیؑ کے گرد طواف کرکے مجاہدہ بنیں۔ آیئے ہم فاطمہؑ کے گرد طواف کریں فاطمہؑ کا طواف علیؑ کا طواف ہے آیئے فاطمہؑ سے قریب ہوتے

ہیں فاطمہؑ سے شباہت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

جو علیؑ سے خلافت چھین رہے تھے زہراؑ نے ان کا مقابلہ کیا، جو امامت کا سرمایہ فدک چھین رہے تھے زہراؑ نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا، جو قرآن ناطق کو قرآن صامت سے الگ کر رہے ہیں زہراؑ ان کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ علم و ایمان و اسلام (جو بڑی مشکل کے ساتھ پھیلایا گیا تھا) کو ختم کر رہے تھے زہراؑ نے ان کا مقابلہ کیا۔ آیئے زہراؑ کی شناخت حاصل کرنے کے لئے یزید وقت سے مقابلہ کریں۔ جس طرح زینبؑ نے اپنی مادر کی تقلید کی ہم بھی زہراؑ اور زینبؑ کی تقلید کریں کیا آج کا یزید مسلمانوں کا ایمان غارت نہیں کر رہا؟ کیا اسلامی کلچر کو نابود کرنے کی کوشش نہیں کر رہا؟

ہماری زبان قرآنی زبان، علیؑ کی زبان، زہراؑ کی زبان ہے کیا دل نہیں چاہتا کہ وہی الفاظ وہی لینگویج بولیں جو جبرئیل و نبیؐ و علیؑ و بتولؑ و حسنینؑ بولتے تھے؟ اگر کوئی آپ کے وطن پر حملہ کرے زمین چھیننا چاہے تو آپ ہزاروں سپاہیوں military forces اور ہتھیاروں کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں جان کی بازی لگاتے ہیں تو کیا اگر کوئی ہمارے ایمان عقائد کلچر پر حملہ کرے تو ہم خاموش رہیں؟ حضرت زہراؑ نے کیا کیا جب اسلام پر حملہ ہوا؟ آج کل اسلام پر حملے در حملے ہو رہے ہیں۔

حضرت علیؑ و زہراؑ کے ساتھ مسلمان بہت تھے مسلمانوں سے ہی انہیں شکوہ تھا ایسے مسلمان جو علم و ایمان سے عاری تھے تبھی ام العلوم حضرت فاطمہ زہراؑ کو علمی جہاد کرنا پڑا۔ ہم آخری زمانے میں زندگی گزار رہے ہیں، یوسف زہراؑ خاتمہ الائمہ نے سب سے بڑا جہاد جس سے کرنا ہے وہ جہل اور نادانی ہے جو لوگ دین کے ذریعے دین کی تلوار سے دین کا گلا کاٹتے ہیں جو لوگ انسان نما شیطان بنے ہوئے ہیں انسانیت کے لباس میں شیطان ہیں ان سے امام جہاد کریں گے۔

آخرالزمان اور کنیزان زہرا کی ذمہ داری

امام صادقؑ سے منقول ہے کہ:

اِنَّ قائِمَنا اِذا قامَ اسْتَقْبَلَ مِنْ جَهْلِ اَشَدُّ مِما اسْتَقْبَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ من جُهّالِ الجاهلِيَّةِ(۱)

امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کو جواذیتیں جو مشکلات ظہور کے بعد پیش آئیں گی ان مشکلات سے زیادہ ہونگی جو پیغمبر اکرم کو زمانہ جاہلیت کے جاہلوں سے پیش آئی تھیں۔

آخر کیوں؟ اس لئے کہ پیغمبر اکرم کو ان افراد کا مقابلہ کرنا تھا جو پتھر و لکڑی کی پوجا کرتے تھے اور ایسے افراد سے عقیدے کے خلاف قیام کرنا اتنا مشکل نہیں، لیکن ابا صالح المہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کو ان لوگوں سے مقابلہ کرنا ہے جنہوں نے لباس علم پہنا ہوا ہے جو ظاہری طور پر عالم ہیں لیکن اندر سے جاہل و غیر خدا پرست ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم امام سے زیادہ سمجھتے ہیں حتیٰ روایت میں ہے کہ امام عصر سے یوں argument کریں گے، بحث کریں گے کہ آپ جو قرآن پڑھتے ہیں وہ ایک قدیمی پرانے زمانے کے طریقے سے پڑھ رہے ہیں آج کل قرآن پڑھنے کا طریقہ ہی کچھ اور ہے، تو دیکھا عزیزو! امام عصر یوسف زہراؑ کے لئے سب سے زیادہ مشکل جہاد علمی جہاد ہے کہ وہ رسولؐ جو فرما رہے ہیں کہ:

ما اُوْذِیَ بنَبِیٌ مِثْلَ ما اُوْذِیْتُ

جسطرح مجھے اذیت دی گئی کسی نبی کو نہیں دی گئی ہے۔

ابھی تک یہ جانتے تھے کہ امام عصر کو جہاد اصغر کے لئے بھی سپاہیوں کی ضرورت ہے شجاع، دلیر اور جنگجوؤں کی ضرورت ہے لیکن اب معلوم ہوا کہ جہاد اور جنگ کے ساتھ ساتھ جس جنگ کی اور زیادہ ضرورت ہے اور جو چیز امام کو زیادہ پریشان کرتی ہے وہ ہے علمی شبہات یعنی اسلامی بنیادی مسائل میں شکوک و شبہات پیدا کرنا جسے کچے ذہن اور نوجوان نسل حقیقی اسلام سے بدن ظن ہوتے ہیں اور brain wash کرنا۔

---

(۱) بحارالانوار جلد 52 صفحہ 362

(خدا شیعیان اہل بیت کو شیاطین انس سے دور رکھے آمین)

روایت میں ہے:

علماءُ شیعتنا مُرَابطُونَ فی الثغر الذی یلی ابلیس

ہمارے شیعہ علماء ان سرحدوں کے محافظ ہیں جن پر انسان شیاطین اور جن شیاطین حملہ کرتے ہیں۔
ان محافظین کا کام ہے کہ وہ ضعیف الایمان شیعوں کے ایمان کی حفاظت کریں اور انہیں بے ایمان ہونے سے اور شیطانی حملوں سے نجات دیتے ہیں۔ پھر معصوم فرمارہے ہیں کہ آگاہ رہو اور اچھی طرح یہ بات تمہارے لئے واضح ہونی چاہیے (غور سے سنو) کہ جو شیعہ بھی اس انتہائی مہم کام کے لئے (جہاد علمی) ہمت کرے اور قدم اٹھائے (علم حاصل کرے) تو ایسے شخص کی فضیلت اس مجاہد سے کئی ہزار مرتبہ زیادہ ہے (کئی ہزار ہزار درجہ بالاتر ہے) جو (نہ صرف ایک خاص زمانے کے دشمن سے لڑ رہا ہو) بلکہ جو تمام دشمنان اسلام سے مقابلے میں لڑ رہا ہو۔ آخر کیوں اتنا ثواب نہ ملے؟ کیوں کہ یہ مجاہد علمی، شر جہالت کو، بلاکو محبان اہل بیت کے نہ صرف بدن سے بلکہ دین سے بھی دور کرتا ہے۔(۱)

امام علی فرماتے ہیں کہ اصحاب مہدیؑ سب کے سب جوان ہونگے۔ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: جب ہمارے قائم قیام فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے شیعوں سے کمزوری دور اور ان کے دلوں کو لوہے کی طرح محکم کردے گا اور ہر ایک کی طاقت چالیس افراد کے برابر ہوگی۔ یا امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر امام مہدی عجل اللہ کے اصحاب سے کہا جائے کہ پہاڑ کو اس جگہ سے ہلا دو تو وہ ہلا دیں گے ایک شہر کو اڑانے اور نابود کرنے کا حکم دیا جائے تو منٹوں میں ختم کریں گے گویا عقاب eagle کی طرح تیزی سے کام انجام دیں گے(۲)

اَلْفُقَهَاءُ حُصُوْنُ الْاِسْلَامِ (۳)

(۱) بحارالانوار جلد 2 صفحہ 5

(۲) بحارالانوار جلد 52 صفحہ 38 (۳) الکافی

فقہاء اسلام کے قلعے ہیں۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں ہمارے شیعوں کو نماز کے ذریعے پرکھو، ان کا امتحان کرو۔

مصائب

اے ام الائمہؑ کو پرسہ دینے والو، ام الائمہؑ کو ام الشہداء بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے تمام فرزند شہید، خود شہیدہ، شہید کی زوجہ شہید کی ماں، اے بی بی تیرے ایک بیٹے کا جنازہ قبرستان سے واپس لایا گیا تاریخ میں نہ کسی غریب کا نہ کسی پردیسی کا جنازہ واپس لایا گیا جب زینبؑ نے دیکھا کہ بھائی کا جنازہ واپس آیا ہے تو رو کر کہا اے بھائی حسنؑ میں نے تو سفید کفن پہنایا تھا یہ کفن کیسے سرخ ہوا؟ عزادارو! اس وقت مادر قاسم بھی وہاں موجود تھیں جن کی گود میں ایک دو سالہ بچہ تھا جس کا نام قاسمؑ تھا میں کہونگی اے مادر قاسمؑ ایک دن آپ نے اپنے آقا اور مولا کے جنازے پر تیروں کی بارش کا منظر دیکھا مگر کربلا میں آپ کے یتیم بیٹے پر نہ صرف تیروں کی بارش ہوئی بلکہ لاشہ بھی صحیح وسالم واپس نہیں آیا۔

ہاں عزادارو وہ شہزادہ قاسم جو صرف دو سال کی عمر میں یتیم ہوئے تھے آپ خود ہی سوچئے اے حسینؑ نے کتنے پیار سے باپ کی محبت دے کر پالا ہوگا اب یہی یتیم شہزادہ اذن جہاد طلب کر رہا ہے حسینؑ پر یہ عجیب امتحان آیا ہے نوجوان شہزادہ اپنی معصوم اداؤں سے کبھی چچا کے پاؤں کا بوسہ لیتا ہے کبھی ہاتھوں کا بوسہ لے کر کہتا ہے اے چچا مجھے میرے بابا کا نمائندہ سمجھ کر اجازت دیں تاریخ لکھتی ہے کہ قاسم کی ان باتوں نے قلب حسینؑ کو اس قدر حزین اور غمگین کیا کہ دونوں گلے لگ کر اتنا روئے کہ بیہوش ہو گئے۔ عزادارو دنیا کا یہ دستور ہے کہ والدین اپنی اولاد میں سے اسے زیادہ پیار کرتے ہیں جو زیادہ مظلوم ہو یہاں حسینؑ والد کی جگہ ہیں یتیموں سے پیار کرنے والے ہیں اور اگر وہ یتیم حسن مجتبیٰؑ کا یتیم ہو تو نہ جانے کن نگاہوں سے قاسم کو الوداع کہا ہوگا۔ بالآخر جہاد کا وقت آتا ہے، آیئے دشمنوں کی زبانی شہزادہ قاسم کی تعریف سنتے ہیں دشمن کہتا ہے کہ جب اک نوجوان میدان کارزار میں داخل ہوا تو کان وجھہ کالقمر اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اب خود ہی اندازہ لگایئے جو دشمن کی نگاہ میں چاند کا ٹکڑا ہو وہ اپنے چچا کی نظر میں کیا ہوگا وہ اپنی پھوپھی کی نظر میں کیا ہوگا؟

وہ کم سن نوجوان جس کے سر پر عمامہ ہے جس کے بدن پر کوئی زرہ برابر نہ آئی لیکن افسوس بے زرہ مجاہد کے بدن پر اتنے تیر برسائے گئے کہ ان تیروں میں سے ایک تیر ایک بڑے انسان کی موت کے لئے کافی ہوتا ہے مگر افسوس قاسم کے نازک بدن پر پینتیس تیر پیوستہ ہوئے زمین پر گرے آواز دی یا عماہ ادرکنی پھر کہا یا ابتاہ ادرکنی لوگ سمجھے کہ شاید حسینؑ کو بابا کہہ کر پکار رہے ہیں مگر ممکن ہے قاسم نے اپنے بابا کی زیارت کی ہو جو اپنے بیٹے کے سرہانے پر آئے ہونگے اور قاسم نے کہا ہوگا اے بابا میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ ادھر حسینؑ نے لاش قاسم کو سینے سے لگایا اور چاہا خیمہ گاہ کی طرف لے جائیں مگر کم سن کا لاشہ پامالی کی وجہ سے اتنا طولانی ہوگیا تھا کہ لاش زمین پر لگ رہی تھی۔

اے پرسہ دینے والو کربلا میں بہت سے جسم پامال ہوئے مگر کچھ جسم ایسے تھے جن کو پامالی کے بعد ان کی ماؤں کے سامنے ان کے سروں کو بدن سے جدا کردیا گیا ان میں سے ایک علیؑ اصغر کا سر ہے جو رباب کے سامنے جدا ہوا اور عون و محمد کے سر ہیں جو زینبؑ کے سامنے جدا کئے گئے اور ایک قاسم کا سر ہے جو ام فروہ کے سامنے جدا کیا گیا۔

ساتویں مجلس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُؤْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِہِمْ وَلَوْ کَانَ بِہِمْ خَصَاصَۃ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

قَالَ الصَّادِقُؑ صلوات اللہ وسلامہ علیہ : لَا یَقْدِرُ الْخَلَائِق عَلٰی کُنْہِ صِفَۃِ اللّٰہِ عَزَّوجَلَّ فَکَمَا لَا یَقْدِرُ عَلٰی کُنْہِ حَقِّہِ اللّٰہ عز وجل فَکَذَالِکَ لَا یَقْدِرُ عَلٰی کُنْہِ صِفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَکَمَا لَا یَقْدِرُ عَلٰی کُنْہِ صفۃِ رسولِ اللّٰہِ فَکَذَالِکَ لَا یَقْدِرُ عَلٰی کُنْہِ صِفَۃِ الامامِ وکما لا یَقْدِرُ علٰی کنہ صفۃِ الامامِ فکذالک لا یقدرُ علٰی کنہِ صفۃِ المومنِ .

انسان صفات الٰہی کی گہرائی تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا اور جس طرح صفات الٰہی کی گہرائی تک معرفت حاصل نہیں کر سکتا اسی طرح صفات رسولؐ تک بھی نہیں پہنچ سکتا جس طرح صفات رسولؐ کی گہرائی تک depth، تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا اسی طرح صفات امام کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا اسی طرح صفات مومن کی گہرائی تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔

توجب مومن کی پہچان اس قدر مشکل ہے تو معصوم کی پہچان، اس کی گہرائی تک پہنچنا ناممکن ہے۔

آنجا کہ عقاب پر بریزد　　از پشۂ لاغری چہ خیزد

جس بلندی پر عقاب، eagle اپنے بال و پر کھودے وہاں پر ایک کمزور سا مچھر، mosquito بے چارہ کیا کرسکتا ہے۔

حضرت فاطمہؑ اور شب قدر

خدا بھی یہ پیغام دے رہا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر. ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے تم کہاں اور شب قدر کی گہرائی کہاں؟ جو رات کل قرآن کو اپنے اندر سمیٹے

ہوئے ہو اس کی معرفت ناممکن ہے مشکل ہے تو اس ذات اقدس کی معرفت کیسے حاصل ہوگی جو قرآن ناطق کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہو؟

جس طرح شب قدر میں قرآن اترا ہے اسی طرح فاطمہ زہراؑ کے دامن میں قرآن ناطق نے پرورش پائی ہے شب قدر میں تقدیر لکھی جاتی ہے لیلۃ القدر میں یفرق کل امر حکیم شب قدر میں حق کو باطل سے الگ کیا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ کی بدولت ہماری تقدیر بنتی ہے کیونکہ وہ بھی حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہیں۔ اب بھی کیا در زہراؑ کو چھوڑنا ہے؟ نہیں تبھی ہم نے فاطمہؑ شناسی کے موضوع کا انتخاب کیا ہے تاکہ در زہراؑ کو مضبوطی سے پکڑے رکھیں اور فاطمہؑ کی شناخت، معرفت، پہچان حاصل کر کے اپنی تقدیر بدل دیں۔

جس طرح شب قدر تین راتوں میں پوشیدہ ہے اسی طرح جناب فاطمہ زہراؑ کی قبر مطہر بھی تین قبروں میں مخفی ہے۔

جس طرح شب قدر تقدیر معین کرتی ہے حضرت زہراؑ بھی تقدیر ساز ہستی ہیں۔

جس طرح شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے بی بی بھی ہزاروں انسانوں سے بہتر ہے۔

جس طرح شب قدر کی قدر مجہول ہے حضرت زہراؑ کی قدر و منزلت بھی مجہول ہے۔

جس طرح شب قدر میں قرآن صامت نازل ہوا اسی طرح بی بی کے دامن میں قرآن ناطق نے پرورش پائی۔

جس طرح شب قدر اول سے آخر تک سعادت ہی سعادت ہے اور مختصر و بابرکت ہے بی بی کی مختصر سی عمر بھی سرتاپا با برکت اور فرشتوں کی توجہ کا مرکز رہیں۔

حضرت زہراؑ کی رضایت

فاطمہؑ کا دل خدا کی قسم آپ سے خوش ہے کیونکہ آپ اس کفرستان میں سروں پر چادر سجائے انکے پیغام کو دل و جان سے سننے آئی ہیں۔ اور اگر فاطمہؑ کے دل کو ہم نے جیت لیا تو کیا ہوگا؟ بتاؤں آپ کو؟ ذرا غور سے سنیں۔ اب وہ رسولؐ جن کی ایک ذمہ داری یہ ہے، رسالت کا کام یہ ہے کہ امام الائمہ کا introduction کروائیں، رسولؐ

اکرم اپنی نورانی حدیث جو کہ نہایت حیرت انگیز حدیث ہے، قابل توجہ ہے، میں فرماتے ہیں:

إِنَّ اللّٰہَ لَیَغْضَبُ لِغَضَبِ فَاطِمَۃَ وَیَرْضیٰ لِرِضاھا (۱)

خدا فاطمہؑ کی ناراضگی سے ناراض اور خوشی سے خوش ہو جاتا ہے۔ یہ وہ حدیث ہے جو سنی شیعہ سب کی کتابوں میں نور کی طرح چمک رہی ہے۔ تو ہم خوب جانتے ہیں کہ فاطمہؑ اللہ کی خوشی پر خوش ہیں تبھی تو ''راضیہ'' کا لقب ملا اور خدا بھی فاطمہؑ سے خوش ہے تبھی مرضیہ کا لقب دیا گیا لیکن یہ حدیث راضیہ اور مرضیہ سے بھی بالاتر ایک نہایت ہی اعلیٰ مقام کو ثابت کر رہی ہے وہ مقام یہ نہیں کہ فاطمہؑ صرف رضائے الٰہی پر راضی ہیں یا فاطمہؑ محبوب و مرضی الٰہی ہیں بلکہ فاطمہؑ کے مقام و منزلت کے اس عروج کا کیا کہنا کہ اس کی خوشی میں، فاطمہؑ کے خوش ہونے سے خدا خوش ہوتا ہے اور فاطمہؑ کے ناراض ہونے سے خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ دوں کہ خدا فاطمہؑ کے راضی ہو جانے سے راضی ہو جاتا ہے کیوں؟ کیونکہ تمام اسماء الٰہی فاطمہ زہراؑ میں جلوہ گر ہیں تمام وہ صفات جو اللہ تعالیٰ میں ہیں فاطمہؑ نے ان کو اپنے اندر سمویا ہوا ہے۔

لہٰذا فاطمہؑ انسانیت کی میزان ہیں جو جتنا انسان ہوگا حیوانیت سے دور ہوگا فاطمہ زہراؑ سے قریب تر ہوتا جائے گا۔ تبھی رسول اکرمؐ نے حسنینؑ سے فرمایا:

أُمُّکُما لِسانُ الْمِیزانِ وَلِأُمِّکُما الشَّفاعَۃُ

انسانیت کے معیار کی ترازو فاطمہؑ، انسانیت کو پرکھنے کی میزان زہراؑ ہیں۔ فاطمہؑ کی زبان پر ہمیشہ زمزمہ رہتا رضیت بما رضی اللہ ورسولہ (۲)

جب رسولؐ علیؑ کے رشتے کا پیغام لائے تو زہراؑ کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی اور زیر لب یہی جملہ ہے کیونکہ رسولؐ خدا کی مرضی اسی میں ہے۔ اگر حسینؑ کے خشک لبوں پر صحرائے کربلا میں رضا و تسلیم کی کلی کھلتی رہی الٰھی رضا برضاک کا ورد جاری رہا تو تعجب اور حیران ہونے کا مقام نہیں کیونکہ یہ درس حسینؑ نے اپنی عظیم ماں سے سیکھا

(۱) امالی شیخ صدوقؒ صفحہ 230 (۲) بحار الانوار جلد 42 صفحہ 150

ہے۔ایک مرتبہ حسینؑ دامن زہراؑ میں تھے رسولؐ نے دامن زہراؑ سے اپنی گود میں لے لیا اور ان کے قاتل پر لعنت بھیجی تو زہراؑ نے پوچھا بابا جان کیا کہہ رہے ہیں؟ رسولؐ نے فرمایا اس کے مصائب یاد کر رہا ہوں گویا دیکھ رہا ہوں ابھی کہ کہاں کیسے اور کن اصحاب کے ساتھ شہید ہو رہے ہیں؟ حضرت فاطمہؑ نے قاتل اور مکان شہادت کے بارے میں پوچھا رسولؐ نے بتایا پھر حسینؑ کی عظمت بیان کرنے لگے اور انا للہ تک پہنچے زہراؑ رو رہی ہیں پھر بھی حسینؑ کی فضیلت بیان کرتے رہے اب جناب سیدہؑ میں طاقت نہ رہی روتے ہوئے فرمایا:

یا اَباہ سلمتُ ورضیتُ وتوکلتُ علیٰ اللہ

اے بابا خدا کی چاہت پر تسلیم و راضی ہوں اور اس پر بھروسہ کرتی ہوں۔ رضا یعنی اے خدا سب کچھ تیرے لئے ہے۔

یکی درد و یکی درمان پسندد   یکی وصل و یکی ہجران پسندد
من از درمان و درد و وصل و ہجران   پسندم آنچہ را جانان پسندد

کوثر

فاطمہؑ اور کوثر کی نسبت کیسی ہے؟

کوثر تو اس حوض اور نہر کو کہا جاتا ہے جو جنت میں ہوگی اس خاص نہر یا حوض کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے پئے بغیر کوئی بھی مومن جنت میں نہیں جا سکتا یعنی حرم کبریائی میں قدم رکھنے کے لئے اس حوض سے سیراب ہونا ضروری ہے۔ آخر اس پانی میں کونسی خاص بات ہے اس جنتی کوثر کا جناب سیدہؑ سے کیا تعلق ہے؟ جنتی کوثر اور محمدی کوثر کا ربط کیا ہے؟ ہم ان سوالات کے جوابات حاصل کرنے سے قاصر ہیں ہماری عقل ان باتوں کو درک نہیں کر سکتی مگر ہاں صرف اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ کوثر جنت کا ایک ایسا چشمہ ہے جس کے ساقی علیؑ مرتضٰی ہیں اور جس کی حقیقت فاطمہ زہراؑ ہیں اور جس کے مالک ختمی مرتبت محمد مصطفٰی ہیں (صلوات)

یہ کوثر حدیث ثقلین کے مطابق وہ خاص مقام ہے وہ جگہ جہاں پر قرآن اور عترت، قرآن ناطق اور قرآن صامت آپس میں ملیں گے ان کی ملاقات کی جگہ ہے قرآن اور معصوم کا متحد و واحد ہونا وہاں پر واضح ہو جائے گا یہ

بات روشن ہو جائے گی کہ قرآن معصوم سے الگ نہیں ہو سکتا۔ فاطمہؑ کی حقیقت وہی جنتی کوثر ہے فاطمہؑ وہ طہارت کا چشمہ ہے جو جنتیوں کو طاہر کر رہا ہے اور اس قابل بنا رہا ہے کہ وہ حرم الہٰی میں یعنی اللہ کی بارگاہ میں داخل ہو سکیں۔ در اصل فاطمہؑ ہی قرآن، نبوت اور امامت کو ملانے والی ہیں۔

بی بی سیدہؑ طاہرہ! ہماری عقل قاصر ہے آپ کو پہچاننے سے۔

اے فاطمہؑ اے شب قدر تجھے طاہرہ کہوں (پاک کرنے والی ہے) یا جنتیوں کو طہارت دینے والی کہوں؟

اے فاطمہؑ تجھے معصوم کہوں یا معصومین کو قرآن سے ملانے والی کہوں؟

تمہاری کیسے معرفت حاصل کریں تو اس قدر بلند و برتر ہے کہ نہ جانے تیرے اندر وہ کونسی ظرفیت ہے capacity ہے جس کی وجہ سے قرآن و نبوت و امامت سب کو اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے۔ نہ جانے تو کس عظمت اور وسعت قلب سے قرآن کو نبوت و امامت سے ملائے گی؟ لیکن اے کنیزان زہراؑ ہم کیوں تعجب کریں یہ کام زہراؑ نہ کرے تو اور کون کر سکتا ہے؟ زہراؑ اے ام ابیہا تو ہی یہ کام کر سکتی ہے، صرف تجھ میں یہ ظرفیت ہے کیونکہ تو ہی اپنی زندگی میں رسالت کے لئے ام نبی، ماں بنی اپنے پدر بزرگوار کی حفاظت کی اور امامت کا دفاع کیا اور قرآن کو تحریف سے بچایا اور ائمہ کا نور تیرے وجود سے نکلا۔

قمر بنی ہاشم کی ظاہری شجاعت پر اکثر گفتگو ہوتی ہے مگر آج ہم شجاعت باطنی اور ان کے جود و کرم کے بارے میں گفتگو کریں گے جیسا کہ ان کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قدر دین محمدی کے عاشق تھے جب آپ کے بازو قلم ہو رہے تھے اس درد و الم کے عالم میں آپ نے فرمایا:

وَاللّٰہِ اِنْ قَطَعْتُمْ یَمِیْنِیْ لاَ احامی ابداً عن دینی ۔

خدا کی قسم کچھ بھی ہو جائے بازو ہی کیوں نہ قلم ہو جائیں مگر میں دین کی حمایت سے ہرگز دستبردار نہیں ہونگا۔

جس طرح شہیدہ بنت الہدیٰ کہتی ہیں جتنے بھی طوفان آ جائیں مگر آپ کی نگاہ اللہ کی طرف ہو، اگر ایمان قوی ہو، اگر خدا کا دین بچانا ہو۔ جب آپ نے حسینؑ کی جان بچانی ہو یا چادر زینبؑ کو بچانا ہو تو ان دردوں کا

احساس نہیں ہوتا جیسا کہ فاطمہ زہرا کے پائے اقدس عبادت کے دوران سوجھ جاتے تھے لیکن وہ درد کا احساس نہیں کرتی تھیں۔

مصائب

عباسؑ صدیقین میں سے تھے جیسا کہ سورہ جمعہ نے کہا:

یا ایھا الذین ھادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ

اگر تم خدا کے دوست ہونے کا دعویٰ کرتے ہو تو موت کی تمنا کرو تبھی تم سچے کہلاؤ گے۔

میرے عباسؑ نے موت کی تمنا کی اور یہ اشعار کہے کہ:

لا ارھب الموت اذ الموت رقا .

اگر موت ترقی اور کمال ہے تو کیوں میں اس موت سے ڈروں؟ میں اپنے نفس کو جان مصطفیٰ کے لئے سپر بناتا ہوں۔

ابوالفضل عباسؑ، کو یہ لقب اس لئے ملا کہ آپ کے بیٹے کا نام فضل تھا لیکن میرا دل کہتا ہے کہ آپ فضیلتوں کے باپ ہیں اس لئے ابوالفضل کہا گیا عباسؑ باب الحسینؑ بھی ہیں جسطرح علی نبیؑ کے لئے باب ہیں کیونکہ علی باب العلم ہیں اور نبیؐ مدینہ۔ یہاں عباسؑ باب الحسین ہیں۔ عباسؑ باب الحوائج ہیں۔ عباسؑ بے سہاروں کے سہارا، علیؑ کی دعا، بتولؑ کی آرزو ہے۔

جب بچوں کی العطش کی صدائیں عباسؑ نہ سن سکے اپنے آقا کی خدمت میں آئے اور کہا مولا اجازت دیں کہ بچوں کیلئے پانی لے آؤں، میرا دل کہتا ہے کہ جب عباسؑ کو اہل حرم نے وداع کیا تو اس امید کے ساتھ کہ عباسؑ لڑنے نہیں بلکہ پانی لینے جارہے ہیں جلدی واپس آئیں گے بڑی امید سے سکینہ نے الوداع کہا لیکن افسوس اے سکینہؑ یہ تیری آخری ملاقات ہے تبھی عباسؑ کے جانے اور باقی شہداء کے جانے میں بہت فرق ہے تمام اہل حرم آس لگائے بیٹھے تھے کہ علمدار ضرور واپس آئیں گے۔ لیکن کیا دیکھا کہ حسینؑ بے چین ہیں، ہر شہید نے آخری وقت حسینؑ کو پکارا لیکن عباسؑ نے نہیں پکارا آخر کیسے پکارتے کیونکہ مشک کا دستہ تو دانتوں میں تھا حسینؑ منتظر کہ عباسؑ کی

صدا آئے گی مگر آواز نہ آئی پس علم گرا حسین نے کمر تھامی الآن انکسر ظهری کہ ابھی ہمت نہیں ٹوٹی کمر ٹوٹ گئی یہی وہ منزل ہے جہاں ملائکہ حسینؑ کے صبر پر حیرت زدہ ہیں۔ عزادارو! ادھر خیام میں بچے صف باندھے کھڑے ہیں دور سے علم آتا ہوا دیکھ کر سکینہ آگے آگے دوڑی کہ چچا آرہے ہیں آؤ بچو! پیاس بجھاؤ لیکن افسوس جب علم قریب آیا تو کیا دیکھا کہ علم ہے علمدار نہیں علم آیا علمدار نہیں آیا۔

آٹھویں مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰىٓ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

زہراؑ اور بندگی کا مصلیٰ

بندگی فخر انسانیت ہے بندگی علم و معرفت انسان کا نتیجہ ہے۔ جناب زہراؑ نے بندگی کی عظیم چوٹیوں کو اپنی بے مثال عبادت سے فتح کر لیا ایسی بے ہمتا عبادت کہ کل کائنات میں فاطمہؑ سے زیادہ کوئی عابد نہیں تھا۔ کیفیت اور کمیت quantity and quality کے اعتبار سے فاطمہؑ کی عبادت نہ انبیاء اور نہ اولیاء سے قابل مقایسہ ہے، incomparable ہے اگر امام العارفین علیؑ کے پاؤں سے تیر نکالا جاتا ہے اور احساس تک نہیں ہوتا ہے تو فاطمہؑ کے پاؤں میں ورم پڑ جاتے ہیں مگر احساس تک نہیں ہوتا۔ بغیر دلیل کے گفتگو نہیں ہو رہی دلیل لاتی ہوں۔

زہراؑ کی عبادت کی کمیت:

یعنی زہراؑ نے کب کب عبادت کی؟ کتنا عرصہ خدا کو یاد کرتی رہی؟ ہماری عبادتوں کی کمیت 5% بھی شاید نہ ہو پچیس منٹ پر مشتمل نمازوں میں سے شاید پانچ منٹ توجہ سے اور خلوص سے پڑھتے ہونگے۔

جبکہ بہت سے ایسے افراد بھی ہیں جن کے اندر خدا کے لئے خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہوتا ہے نمازوں سے لذت حاصل کرتے ہیں واجب نمازوں میں سستی تو دور کی بات حتیٰ نماز شب تک ترک نہیں کرتے دور جانے کی ضرورت نہیں عظیم فلاسفر شہید مطہری کی زندگی کی طرف ایک نگاہ دوڑائیں آیۃ اللہ منتظری (جو مرحوم مطہری کے کلاس فیلو تھے) بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مدرسہ فیضیہ میں اکٹھے رہتے تھے مطہری بہت تہجد گزار اور ریگولر نماز شب پڑھنے والے تھے اور مجھے بھی نماز شب پڑھنے کی تاکید کیا کرتے تھے میں تھوڑی سستی کرتا تھا اور اکثر عذر پیش کرتا تھا کہ میری آنکھوں میں تھوڑی پرابلم ہے اور ڈاکٹر نے کہا ہوا ہے کہ حوض کا کثیف پانی استعمال نہ کرو لہٰذا میں حوض کے پانی سے

وضو نہیں کرسکتا (اس زمانے میں پائپ کا سسٹم شاید عام نہیں تھا حوض ہوا کرتے تھے) میں صبح ندی stream کے پانی سے وضو کر کے نماز پڑھ لونگا۔ خلاصہ اس مسئلے میں مطہری اکثر مجھ سے شکایت کرتے تھے ایک رات میں اپنے حجرے (ہاسٹل کا کمرہ) میں سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ کوئی میرے دروازے پر دستک دے رہا ہے میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا میں عثمان بن حنیف ہوں (عثمان بن حنیف حضرت علیؑ کے اصحاب میں سے تھے اور حضرت علیؑ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے) مجھے حضرت علیؑ نے اس پیغام کے ساتھ بھیجا ہے کہ تمہیں جگاؤں اور کہوں کہ اٹھو اور نماز شب پڑھو اور سستی نہ کرو اور مجھے ایک چھوٹا سا کاغذ بھی تھما دیا جس پر لکھا ہوا تھا کہ ھذا براءۃ من النار یعنی یہ جہنم سے آزاد ہونے کا ٹکٹ ہے، میں حیران رہ گیا عثمان بن حنیف امام علیؑ کے اصحاب میں سے تھے ہم تو امام علیؑ کے اصحاب میں سے نہیں ہیں یہ کہاں سے آگئے؟ اسی اثناء میں کسی نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے خواب سے سچ مچ بیدار کرایا دیکھا کہ مطہری ہیں، مجھ سے کہنے لگے کہ آپ بہانہ، excuse کرتے ہیں کہ حوض کا پانی میرے لئے نقصاندہ ہے میں جا کر نہر سے پانی لایا ہوں اب اٹھو اور نماز شب پڑھو۔

جبکہ کیا فاطمہؑ کی زندگی کا کوئی لمحہ، کوئی آن، کوئی سیکنڈ بھی گزرا ہوگا یاد حق اور حضور حق کو ورک کیے بغیر۔

ان کی ہر نگاہ بے شک فضہ پر ہو، اسماء پر ہو، فقیر پر ہو، علیؑ پر ہو، رسولؐ پر ہو یا حسنینؑ پر ہو عبادت ہے ان کی ہر سانس عبادت ہے۔ جن کا تبسم جن کا گریہ جن کی خوشی جن کا غم سب کا سب اللہ کے لئے تھا کہ علیؑ (جو امام العارفین ہیں) کو پیغمبرؐ سے فاطمہؑ کے بارے میں کہنا پڑا کہ:

نِعْمَ الْعَوْنُ عَلٰی طَاعَةِ اللّٰه

فاطمہؑ اطاعت و بندگی الٰہی میں بہترین ساتھی اور بہترین ہمسفر ہیں۔

کیوں اور کیسے؟ اپنی سیرت کی وجہ سے،

شب زفاف جب علیؑ نے دیکھا کہ زہراؑ پریشان ہیں تو وجہ پوچھی،

زہراؑ نے فرمایا کہ رسالت کے گھر سے امامت کے گھر میں منتقل ہوئی ہوں تو مجھے عالم دنیا سے عالم آخرت کی طرف جانا یاد آ گیا، آپ کو قسم دیتی ہوں کہ آئیں ہم دونوں اپنی نئی زندگی کا آغاز خدا کی عبادت سے شروع

کرتے ہیں(۱)

اس صورت حال میں کیا علی نہ فرماتے کہ نعم العون علی طاعۃ اللہ۔ اے زہراؑ آپ سچ بہترین دوست ہیں ایسی دوست جو مجھے خدا کی اطاعت میں کرتی ہیں۔

حضرت زہراؑ کی عبادت کی کیفیت:

زہراؑ کی عبادت کی quality کو صرف اور صرف خدا جانتا ہے اور ہماری عقل سے بالاتر ہے کیفیت اور کوالٹی بھی دو قسم کی ہوتی ہیں ظاہری اور روحانی۔ ظاہری طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ بدن لرز رہا ہوتا تھا نہ صرف بدن بلکہ جوڑ جوڑ تبھی خدا فخر ومباہات کے ساتھ کہتا ہے کہ دیکھو میری کنیزوں کی سردار میرے درگاہ میں کھڑی خوف وخشیت سے کانپ رہی ہیں۔ روحانی اعتبار سے اس قدر بے مثال کہ ان کی عبادت کے نور کو دیکھ کر ملائکہ مقربین حیران بھی ہیں اور لذت بھی لے رہے ہیں یہاں تک کہ ستر ہزار مقرب فرشتے سیدہؑ پر سلام بھیجتے ہیں۔(۲)

اب اس حدیث کو پڑھ کر ایسے ہی نہ گزر جائیں بلکہ غور وفکر کریں آخر کیوں زہراؑ جیسی عابدہ کی عبادت مقرب ملائکہ کے لئے لذت کا باعث بنی؟

۱۔ وہ فرشتے جو ساری زندگی خود عبادت کرتے رہتے ہیں کیونکہ ان کے لئے تو عبادت غذا ہے اگر نہ کریں تو مر جائیں گے بھوکے رہیں گے۔

۲۔ وہ فرشتے جو عبادت کر کے بارگاہ الٰہی کے مقربین میں سے بھی ہیں، تمام فرشتے نہیں۔

۳۔ وہ فرشتے جنہوں نے نہ صرف اولیاء کی بیشمار عبادتوں کا مشاہدہ کیا ہے، ان کے لئے عبادت کوئی نئی بات نہیں تھی جنہوں نے مریمؑ کی عبادت دیکھی تھی، موسیٰ وعیسیٰ کی عبادت دیکھی تھی۔ وہی فرشتے زہراؑ کی عبادت دیکھ کر حیران و پریشان ہیں جمال ونور زہراؑ کو دیکھ کر جو آسمان میں چمک رہا ہوتا ہے، اس نور کے حسن کو دیکھ کر خوشی وسرور میں، لذت میں غرق ہو جاتے ہیں۔

---

(۱) احقاق الحق جلد 4 صفحہ 481 (۲) بحار الانوار جلد 37 صفحہ 84

حضرت زہراؑ کا خوف

حیاء، احترام وعزت اور معرفت کا نتیجہ ہے اللہ سے خوف بھی در حقیقت معرفت کا نتیجہ ہے جب سورہ حجر نازل ہوا کہ:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِنْهُمْ جزءٌ مَقْسُوْمٌ.

ان سب سے جہنم کا وعدہ کیا گیا ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان کا ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔

تو رسولؐ بہت روئے اصحاب بھی رونے لگے لیکن معلوم نہیں کیوں رو رہے ہیں کسی کو جرات نہ ہوئی کہ رسولؐ سے پوچھے، اصحاب جانتے تھے رسولؐ فاطمہؑ کو دیکھ کر خوش ہو گئے بی بی کو بلایا گیا رسولؐ سے پوچھا بابا آپ پر قربان ہو جاؤں کیا ہوا؟ تو پیغمبر نے یہی آیت پڑھی سنتے ہی زہراؑ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور گریہ کرنے لگیں اور فرمایا:

اَلْوَيْلُ ثُمَّ الْوَيْلُ لِمَنْ دَخَلَ النَّارَ.

بربادی ہو اس کے لئے جو جہنم میں جائے۔

یہ سن کر علیؑ بھی ساتھ رونے لگے۔ اس خوف کا ثمر حیاء ہے فاطمہؑ نے گھر سے مسجد تک چند قدم اٹھا کر تا قیامت ہمارے لئے اسلامی آداب سکھائے اور بتایا کہ حیاء وعفت وحجاب الٰہی بننے کا راز ہے۔ کیا خدا پردے کے پیچھے سے اپنے بندوں سے باتیں نہیں کرتا؟

سورہ شوریٰ ۵۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ.

خدا وحی یا حجاب و پردے کے پیچھے سے بندوں سے باتیں کرتا ہے۔

فاطمہؑ گھر سے یہ کہتے ہوئے نکلی کہ انا ابنۃ نذیر کم، تا کہ ایک دفعہ پھر توحید کو شرک جاہلیت سے الگ کر دے فاطمہؑ ایسے نکلی گویا پیغمبر غار حراء سے قم فانذر کا پیغام لے کر آئے ہوں۔

مصائب

اگر آپ سنتے ہیں کہ زہراؑ گھر میں بھی علیؑ کے سامنے چادر میں رہتی ہیں تو تعجب نہ کریں حیران نہ ہوں کیونکہ زہراؑ شاید شرمسار ہیں حیاء کرتی ہیں کہ میں علیؑ کے لئے کچھ نہ کرسکی میرے بدن پر موجود نیل علیؑ کو اور دکھ پہنچائیں گے۔ شاید اس باحیاء زہراؑ نے رات کا انتخاب بھی اسی لئے کیا کیونکہ رات بھی چھپی ہوئی، مستور ہے حجاب میں ہے ذرا وصیت زہراؑ سے زہراؑ کی عفت کا اندازہ لگائیں غسل کے دوران میرا لباس اتارا نہ جائے اور رات کو غسل دیا اور دفن کیا جائے تا کہ علیؑ میرے زخم کے نشان نہ دیکھ سکیں خدایا یہ کتنا بڑا دل مہربان دل باحیاء خاتون ہیں۔

آج بھی ایک جوان کا ذکر کرنا ہے یہ کیسا خاندان ہے جہاں رسولؐ کی بیٹی عین جوانی، اٹھارہ سال میں شہید ہو رہی ہیں اور ادھر کربلا میں اٹھارہ سالہ علی اکبرؑ۔

جب امامؑ ظہور فرمائیں گے تو امام عصر جوان ہونگے اور ملتا ہے کہ ائمہ، تمام معصومین علیہم السلام رسول اللہؐ سے شکل کے اعتبار سے بہت شباہت رکھتے تھے ملتے جلتے تھے لیکن جو سب سے زیادہ شبیہ ہیں جن میں سب سے زیادہ شباہت پائی جاتی ہے وہ امام عصرؑ ہیں ہمشکل پیغمبرؐ ہمنام پیمبرؐ، جو شخص پیمبر کی زیارت کرنا چاہتا ہے یا علی اکبر کی یا امام وقت کی جس کی بھی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ واقعا دل وجان سے دعا کرے کہ پروردگارا جلد ہو گئی اب ہم اس دنیا سے تھک گئے ہیں کوئی کچھ نہیں کرسکتا مسلمان جہاں بھی ہیں مشکل میں ہیں انسانیت مشکل میں ہے ہمیں اس جمال محمدی کا اس نور محمدی کا اس آئینہ رسالت کا سرمہ ہماری آنکھوں میں لگا دے پروردگارا! واقعا ہم اپنے امام کو دیکھنا چاہتے ہیں نا ان گنہگار آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں جن سے ہم نے برے برے سین دیکھے ہیں، ہم بدلنے آئے ہیں توبہ کرنے آئے ہیں اللہ کی بارگاہ میں راز و نیاز کرنے آئے ہیں واسطہ کس کو بنائیں گے ہم شکل پیمبر کو۔ کہا ہے نا کہ علی اکبرؑ ہمشکل پیمبر ہیں آئینہ رسالت ہیں امام زمانہ بھی ہمشکل پیمبر ہیں تو گویا اگر ہم علی اکبر کو واسطہ بنائیں گے امام زمانہ کو دیکھنے کے لئے۔

ہاں عزادارو! وہ علی اکبرؑ، ہمشکل پیمبر وہ کڑیل جوان وہ سبط پیمبر، روز عاشور قربانی کا دن ہے لیکن رات کس طرح سے گزر رہی ہے شب عاشور ہر ماں چاہتی ہے کہ اس کا بیٹا ساری رات اس کی نگاہوں کے سامنے رہے

اس کی زیارت کرتی رہے بہنیں چاہتی ہیں ان کے بھائی ان کے سامنے رہیں بیٹیاں چاہتی ہیں کہ باپ ان کے سامنے رہیں خصوصاً سکینہ جو باپ کے سینے پر سویا کرتی تھی، لیکن تاریخ کچھ اور بتاتی ہے، آخری رات ہے لیکن سب سجدے کر رہے ہیں سب خدا سے راز و نیاز کر کے گزار رہے ہیں علی اکبر نے بھی راز و نیاز کر کے گزاری صبح عاشور جوان بیٹے کا باپ مظلوم امام حکم دیتے ہیں کہ اے بیٹا علی اکبر جاؤ اذان دو اذان صبح تم نے دینی ہے کیوں علی اکبر اذان صبح دیں؟ میرا دل کہتا ہے کہ شاید میرے مولا حسین نے یوں سوچا ہوگا کہ ان جوانوں کو صبح کی نماز پڑھنا مشکل ہوگی جوانی کی نیند مشہور ہے نا اور میرے مولا یہ جانتے ہیں میرا بیٹا اکبر ایسا بیٹا ہے جسے قیامت تک یاد رکھا جائے گا میرے بیٹے اکبر کی اذان کی آواز صبح کی اذان کی آواز اللہ اکبر سب جوانوں کے کانوں تک پہنچے گی وہ لبیک کہیں گے اسی لئے میرے مولا نے اپنے بیٹے سے کہا ہوگا کہ بیٹا اذان دو۔

اب وقت شہادت علی اکبر بھی قریب آیا، اجازت مانگ رہے ہیں، اے بابا میں آپ کو تنہائی کے عالم میں نہیں دیکھ سکتا آپ کو اس غربت کے عالم میں نہیں دیکھ سکتا، مجھے اجازت دیجئے تا کہ میں اپنی جان آپ پر نثار کروں۔ حسین کچھ نہیں بولتے خاموش ہیں ہاں ایک جملہ کہتے ہیں

اللّٰھمّ اشھد علیٰ ھٰؤلآء القوم لقد برز الیھم غلاما اشبہ الناس برسولھم خلقا وخلقا ومنطقا

میرے رب تو گواہ رہنا، تو دیکھ رہا ہے تا کہ میں اپنے اس بیٹے کو دشمنوں کی صفوں کی طرف بھیج رہا ہوں جو ہمشکل پیمبر ہے جو ہم صورت پیمبر ہے ہم اخلاق پیمبر ہم گفتار پیمبر ہے۔ علی اکبر سمجھ گئے مجھے اجازت مل گئی ہے۔
ایک ضعیف ماں جوان بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے جنگ کے لئے آمادہ کر رہی ہے اللہ اکبر خدا ہمارے جوانوں کی حفاظت کرے خدا آپ کی گودوں کو محفوظ رکھے مومنات۔ عالم ضعیفی میں، عالم غربت میں باپ خود بیٹے کو کس طرح آمادہ کرتے ہیں لباس، لباسِ نبوت، عمامہ عمامۂ نبوت، عمامہ خود باندھا کمر بند علی مرتضٰی کا کمر پر باندھ رہے ہیں تلوار علی مرتضٰی کی ہے عمامہ رسول اللہ کا ہمشکل رسول کے سر پر۔ جب تیار کر لیا تو پھر غور سے دیکھ رہے ہیں نظریں نیچے نہیں ہو رہیں، اب جو گھوڑے پر سوار ہوئے جانا چاہتے ہیں کیا دیکھتے ہیں کہ باپ پیچھے پیچھے آ رہے ہیں علی اکبر حیران

ہو گئے پریشان ہیں بابا میرے پیچھے کیوں آ رہے ہیں بابا واپس جائیے نا۔ کیا کہتے ہیں حسین اے بیٹا علی اکبر اگر تیرا کوئی جوان بیٹا ہوتا تو میں تم سے پوچھتا کہ اس عالم میں باپ کے دل پر کیا گزرتی ہے ہاں عزادارو۔۔۔کس طرح رخصت کیا ہوگا میرے مولا نے علی اکبر دشمنوں کی صفوں کی طرف جاتے ہیں دشمن بھی حیران ہیں اس جوان کو دیکھ کر ایک منٹ کے لئے سب رک جاتے ہیں اللہ اکبر گویا رسول اللہ آ رہے ہیں یہ دشمن صحابی رسول بھی تھے نا علی کے زمانے میں بھی تھے نا لیکن دشمنوں نے اس چاند پر بھی وار کیے منقذ ملعون نے برچھی علی اکبر کے سینے میں پیوست کی زمین پر گرے آواز دی السلام علیک یا ابتاہ، جوان بیٹا مدد نہیں مانگ رہا صرف سلام دے رہا ہے مدد کے لئے نہ آئیے گا نہ جانے یہ آواز کس طرح گوش حسین تک پہنچی اب حسین کو دن نظر نہیں آ رہا اے میرے بیٹے علی اکبر اے میرے شہزادے، جوان، نہ جانے کتنی دیر میں، وہ حسین جو دوڑ کر پہنچتے تھے گر گر کر کتنی دیر میں لاش علی اکبر تک پہنچے جوان بیٹے کو اپنی گود میں لیا اپنے رخسار بیٹے کے گال پر رکھے چہرے سے خون صاف کیا دیکھیں علی اکبر کیا کہہ رہے ہیں بابا رسول اللہ کو دیکھ رہا ہوں جو ہاتھوں میں جام کوثر لئے ہیں اور فرما رہے ہیں دوسرا جام میرے حسین کے لئے ہے

یا کوکبا ما کان اقصر عمرہ

وکذا تکون کواکب الاسحار

(انا للہ وانا الیہ راجعون)

نویں مجلس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِہِمۡ خَصَاصَۃٌ وَمَنۡ یُّوۡقَ شُحَّ نَفۡسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ

ام ائمہ اورام ابیہا

مشکل کشائے ائمہؑ کی معرفت کے سلسلہ ہائے گفتگو کے اس مرحلے تک پہنچے ہیں کہ امام صادق صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں:

لِفَاطِمۃَ تِسۡعَۃُ اَسۡمَاءٍ عِنۡدَاللّٰہِ عَزَّ و جلّ. فاطمہ، طاهره، صدیقہ، ذکیہ، مبارکہ، زهراء، مرضیہ، راضیہ، محدثہ(۱)

یہ اسماء خدا کے پاس ایوارڈ کی طرح تھے اور یہ ایوارڈز زہراؑ کی کنیزوں نے بھی لینا ہے۔

ام ابیہا:

ظاہراً چھوٹا سا جملہ ہے، title ہے لیکن پرمغز اور کئی مطالب پر مشتمل ہے جس کے لئے ہمیں دیکھنا ہوگا یہ title کب سیدہؑ کو ملا؟ جب اسلام اور رسولؐ کے دشمنوں نے دیکھا کہ جوق در جوق جوان رسولؐ کے گرد جمع ہو رہے ہیں، کیا ابوذر، عمار، سلمان اور مقداد جوان نہ تھے؟ کیا علیؑ جوان نہ تھے بلکہ نوجوان تھے جو جنت کے جوانوں کے سردار کے باپ ہیں۔ اب دشمن ڈر گئے کہ یہ سب جوان رسولؐ کے گرد گویا طواف کر رہے ہیں دشمنوں نے چاہا کہ اسلام اور ان کے چاہنے والوں کو سخت ترین حالات میں ڈالا جائے شہر سے دور تا کہ لوگوں سے cutoff ہو جائیں اور اسلام اس طرح سے ترقی نہ کرے، لوگوں تک پیغام نہ پہنچے۔ آج بھی میرے عزیزو! اسلام پر وہی وقت آیا ہوا ہے، خود آزادی کا نعرہ slogan لگانے والے کیا مسلمانوں کو freedom دیتے ہیں؟

---

(۱) اعلام الوریٰ صفحہ 155

آزادی چھیننا، قتل و غارت کرنا آج کے یزید و ابوسفیان، اسرائیل اور امریکہ کو وراثت میں ملا ہے۔ جو ہمیں سچی خبریں لوگوں تک پہنچانے نہیں دیتے جس طرح آل سفیان نے رسول گو اپنا پیغام نہ پہنچانے دیا جیسا کہ آجکل مسلمانوں کے لئے ہر طرف پابندی ہے۔

زینبؑ کبریٰ، بنت صدیقہ کبریٰ کی اقتداء کریں ان کو fallow کریں۔ اس زمانے میں پیغام پہنچانے کا واحد راستہ یہی تھا کہ شہر شہر گلی گلی جا کے لوگوں تک پیغام پہنچایا جائے، بنت زہراؑ کی عفت و غیرت اور حیاء کو مدنظر رکھیں اور پھر سوچیں، یہ قدم اٹھانا کس قدر مشکل تھا کتنا عظیم امتحان تھا۔

اب معلوم ہوا کہ اسلام کو شعب ابی طالب میں کیوں رکھا گیا؟ اسلام سخت مشکلات میں تھا تو آپ مومنات بھی زہراؑ کی طرح بن جائیں اسلام تنہا ہے اسلام کو اچھے پیروکاروں کی ضرورت ہے سچے دوستوں کی ضرورت ہے جو ایثار کریں ٹائم دیں ذہن دیں اس کے خلاف ہونے والے الزامات blames کا جواب دیں جیسا کہ ابھی داڑھی والوں، bearded کو اسامہ اور جس نے حجاب پہنا اس کو backward سمجھا جاتا ہے۔

جی ہاں اس وقت بھی اسلام تنہا تھا رسولؐ سختی میں تھے دیکھیں ہماری آئیڈیل کیا کر رہی ہیں ہماری اسوہ حسنہ کی سیرت کیا تھی؟ ابھی بھی اسلام کی وہی حالت ہے ہم نے کیا کرنا ہے؟ اسلام غریب تھا چونکہ دو عظیم مددگار ابو طالب اور خدیجہ رسولؐ سے الگ ہو گئے تھے ادھر زہراؑ بهجة قلب مصطفی صرف سات سال کی تھیں یعنی آج کل کے teenager کے برابر تھیں رسول کی تنہائی میں مونس و ہمدم و دوست بن جاتی ہیں رسولؐ پچاس برس کے تھے یہ نوجوان بچی باپ کی بہترین دوست نہ صرف دوست بلکہ دنیا کی مہربان ترین دلسوز ترین ہستی سکون و آرام کی مرکز ایثار و فدا کا پیکر بن گئیں تبھی رسولؐ اعظم نے فرمایا، ام ابیھا اپنے باپ کے لئے ماں ہیں فاطمہؑ۔ باپ رسولؐ ہیں یعنی اسلام، تو گویا فاطمہؑ اسلام و مسلمین کے لئے ماں اور سکون و عزت کی حیثیت رکھتی ہیں۔

تو اے عزیز و اور محترم جوانو! کیا آپ کے لئے اب بھی جناب سیدہؑ، یہ سات سالہ بچی آئیڈیل نہیں بن سکتی جنھوں نے اپنی جوانی، نشاط، طراوت، خوشی، پاور، طاقت اور قدرت، سب کچھ اسلام کی خدمت میں پیش کیا تو آیئے اپنی اپنی جوانیوں کو اسلام پر نچھاور کر دیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ جب طاقت ختم ہو جائے تو اسلام یاد آئے جیسا کہ میرے والد بزرگوار (خدا ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے) کہا کرتے ہیں کہ جب ہمارے مومن بھائی پچاس ساٹھ سال کی عمر میں جب retired ہو جاتے ہیں تو پھر اسلام کا خیال آتا ہے پھر انہیں مسجد نظر آتی ہے اسلامک سینٹرز نظر آتے ہیں ہماری طرف رجوع کرتے ہیں۔ لیکن جب تک energy تھی post تھی welth تھی جوانی تھی کبھی مسجد کا رخ ہی نہیں کیا اسلام کا پوچھا بھی نہیں اور کبھی کبھی تو دشمنان اسلام کی خدمت کی۔ وقت اور خوشی سینما جا کر، پیسہ اور wealth میوزک، فلمز اور دوسری حرام CDs خرید کر magazine خرید کر ضائع کر دیا۔ بتائیں کس کو فائدہ ہوا مثلاً اگر میں کتاب چھاپ دوں publish کروں اور آپ زیادہ خریدیں تو بہت فائدہ ہوتا ہے اسی طرح marks and spencers کے خریدار یہودیوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

حضرت زہراؑ کے شیعہ

ایک صحابی رسول کی زوجہ حضرت زہراؑ اقدس کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھنے لگی کہ میرے شوہر کا سوال لے کر آئی ہوں وہ پوچھتا ہے کہ کیا میں آپ کا شیعہ ہوں؟ کیا میرا نام شیعوں کی لسٹ میں ہے؟ تو جناب سیدہؑ نے فرمایا:

اِنْ کُنْتَ تَعْمَلُ بِما اَمَرْناکَ وَتَنْتَهِیْ عَمّا زَجَرْناکَ عَنْهُ فَاَنْتَ مِنْ شِیْعَتِنا وَاِلّا فَلا.

اگر تم ہمارے حکم کی تعمیل کرتے ہو اور ہماری منع کردہ چیزوں سے پرہیز کرتے ہو تو پھر ہمارے شیعوں میں سے ورنہ نہیں۔

جب صحابی نے یہ جواب سنا تو نہایت پریشان ہوا اور رو رو کر کہنے لگا وائے ہو مجھ پر میں جہنمی ہوں، بدبخت ہے وہ جس کا ٹھکانہ دوزخ ہو۔ شوہر کی حالت زوجہ سے دیکھی نہ گئی اور دوبارہ سیدہؑ کے در پر آ گئی اور شوہر کی حالت بتائی اب زہراؑ مرضیہ کے لب ہائے مقدس محبت وعطوفت وحکمت سے بھرے الفاظ کے لئے حرکت میں آئے ایسے الفاظ سیدہؑ نے ادا کیے جو قیامت کے دن امید و خوشی وفخر کے باعث ہیں سیدہؑ فرماتی ہیں:

اپنے شوہر سے کہہ کہ وہ غلط سوچ رہا ہے شیعتنا من خیار اهل الجنة ہمارے شیعہ جنت کے

نیک (بہترین) لوگوں میں سے ہیں اور ہمارے سارے محبین اور محبین کے محبین اور ہمارے دشمنون سے دشمنی رکھنے والے سب جنت میں ہونگے، ہاں البتہ جولوگ صرف دل وزبان سے ہمیں مانتے ہیں مگر اطاعت نہیں کرتے وہ بیشک حقیقی شیعہ نہیں ہیں (وہ اپنے آپ کو شیعہ نہ کہیں مگر قلبی محبت کا اثر ہوگا وہ اپنا رنگ دکھائے گی) لیکن اس کی عاقبت جنتی ہونا ہے البتہ گناہوں سے پاک ہوکر (اس لئے جتنے گناہ کیے ہیں ابھی چھوڑ دیں، بریک لگادیں)

پس جو زہراؑ کی ان باتوں کا اثر نہ لے وہ سوچ لے کہ وہ بیمار ہے قلب سلیم، شرح صدر رکھنے والا فوراً بات مان لیتا ہے۔ جس کو بھوک نہ لگے یا جتنا کھائے پیٹ نہ بھرے وہ بیمار ہے ورنہ عام انسان کو بارہ گھنٹے بعد تو بھوک لگتی ہی ہے۔ ابھی حدیث فاطمہ زہراؑ جاری ہے آپ مزید فرماتی ہیں کہ گناہگار محبّ زہراؑ، زہراؑ کے دوست کا انجام جنت ہے لیکن جنت جانے سے پہلے دو مرحلے طے کرنے پڑیں گے۔

۱۔ اگر گناہ کم ہوں تو لکن بعدمایطھرون من ذنوبھم بالبلایا و الرزایا دنیاوی آزمائشوں میں ڈال کر اسے پاک کیا جائے گا

۲۔ اگر گناہ اس سے بھی زیادہ ہوں کہ صرف دنیاوی بلاؤں سے نہ دھل سکیں تو صرف واشنگ پاؤڈر کافی نہیں ہے بلکہ بلیچ بھی چاہیے تو دوزخ میں عذاب ہوگا کم درجے میں پھر پاک ہوکر ہماری محبت انہیں نجات دے گی اور وہ ہمارے پاس آئیں گے دن نقلھم الیٰ حضرتنا(۱)

رسولؐ نے اجر رسالت میں صرف مؤدت ومحبت (قلبی اور روحی رابطہ) طلب کیا ہے اجر رسالت کے درجات ہیں۔

سب سے کم درجہ یہ ہے کہ عام حالات میں محبوب سے نزدیک رہے کہنا مانے لیکن جیسے ہی مشکل وقت پیش آئے اور کسی قسم کی فداکاری وایثار کی ضرورت پڑے تو چھوڑ دے عام حالات میں نماز پڑھتے ہیں جیسے کہ شادی بیاہ، سکول

---

(۱) بحارالانوار جلد 65 صفحہ 551

کالج پکنک وغیرہ میں بہت خوش اور مست ہو تو نماز چھوڑ دے۔

درمیانہ درجہ یہ ہے کہ ایثار بھی کرے لیکن جب ایثار میں اس کا اپنا فائدہ ہو، جب فائدہ نظر نہ آئے تو چھوڑ دے۔

اور تیسرا اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ محبوب سے قربت میں کمال لذت حاصل کرے اس قدر قربت کہ خود فانی ہو جائے کچھ اس طرح کہ محبوب کی خواش کو اپنی ہر خواہش پر اہمیت دے، محبوب کی تمام صفات اپنے اندر لے آئے محبوب میں فنا ہو جائے اور محبوب (معصوم) میں فنا ہونا خدا میں فنا ہونے کے برابر ہے کیونکہ خود محبوب بھی خدا میں فنا ہے:

مَنْ اَحَبَّكُمْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ وَالْحَقُّ مَعَكُمْ وَفِيكُمْ وَمِنْكُمْ وَاِلَيْكُمْ۔

جو آپ لوگوں (معصومین) کو محبوب بنائے تو خدا اس کو محبوب بناتا ہے اور حق آپ کے ساتھ ہے، آپ میں ہے، آپ کی طرف سے ہے اور آپ کی طرف ہے۔

خدایا تجھے فاطمہؑ زہرا کا واسطہ (امام صادقؑ ہمیشہ صدیقہ کبریٰ کہہ کر پکارتے تھے) اس صدیقہ کبریٰ کا واسطہ ہمارا قول ہمارے عمل کی تصدیق کرے جیسا کہ عائشہ کہتی ہے:

مارَاَیْتُ اَحَداً کانَ اَصْدَقُ لَهْجَةً منها الا اَن یَکُوْنَ الذی والدُها (۱)

میں نے کسی کو جناب فاطمہ زہراؑ سے زیادہ سچا نہیں پایا سوائے پیغمبر اکرمؐ کے۔

یہ مجلیس حقیقت میں اہل بیت سے قلبی اور روحی رابطہ برقرار کرنے کے لئے ہیں یہ رابطہ بیمہ کرتا ہے (گناہوں کے مقابلے میں) بیمہ یعنی insurance کرتا ہے۔ ہم نے اسلام کو سمجھا نہیں تبھی اس سے اتنا پیار نہیں کرتے جتنا کرنے کا حق ہے حضرت امام خمینیؒ کہتے تھے کہ اسلام جیسا ہے اگر ویسا ہی لوگوں کو بتایا جائے، لوگ پہچان لیں تو سب کے سب، پوری دنیا اسلام کی دلدادہ ہو جائے گی۔

---

(۱) بحارالانوار جلد 43 صفحہ 68

پردہ کرنا نہایت آسان ہے

بعض اوقات اسلامی قوانین کو نہایت سخت دکھایا جاتا ہے جیسا کہ حضرت فاطمہؑ کا یہ جملہ (عورت کے لئے اچھا ہے کہ کوئی مرد اسے نہ دیکھے اور وہ کسی مرد کو نہ دیکھے) اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آج کی نئی نسل کے لئے ناممکن ہے کہ وہ سیرت زہراؑ پر چل سکے جبکہ سیدہؑ نے فرمایا کہ خیر للنساء یعنی عورت کے لئے یہ بہتر ہے کیونکہ رسول کا سوال یہ تھا کہ ای شئی خیر للنساء خیر کے معانی بہتری کے ہیں یعنی عام حالات میں جب اجتماع میں جانے کی خاص ضرورت نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہ گھر میں رہے یا خواتین سے مخصوص سینٹرز میں جائے لہٰذا اس روایت میں سیدہؑ کوئی قانونی حکم بیان نہیں فرما رہی ہیں بلکہ ایک اخلاقی حکم (مستحب) بتا رہی ہیں جیسا کہ نفقہ مرد پر واجب ہے ضروری اخراجات واجب ہیں اگر اضافی دے تو مستحب ہے، اسی طرح مرد کی جنسی خواہشات پوری کرنا واجب ہے لیکن میک اپ کرنا مستحب ہے اسی طرح حجاب واجب لیکن چادر سے حجاب کرنا مستحب ہے لہٰذا سیدہؑ نے فرمایا ضرورت کے بغیر نامحرم سے دوری اختیار کرنا مستحب ہے روحانیت کا کمال ہے جو عورت کو خدا سے زیادہ نزدیک کرتی ہے۔ اس لئے رسولؐ خدا نے ایک مرتبہ پھر دوسرے الفاظ میں یوں سوال اٹھایا کہ عورت کب خدا سے زیادہ نزدیک ہوتی ہے؟

اصحاب جواب نہ دے سکے سیدہؑ کی طرف سے جواب آیا کہ جب گھر میں ہو تو۔ ادھر ذرا سیرت جناب سیدہؑ پر غور کریں اس حدیث کی مالک زہراؑ گھر سے باہر جاتی ہیں

خود اجتماع میں شرکت کرتی ہیں

جنگ خندق و احد میں شرکت کی۔

ہفتے میں کچھ دن شہداء کے مزار پر جاتیں۔

مسجد نبوی میں خطبے دیئے۔

کبھی یہودی کی شادی میں شرکت کرتی ہیں۔

مباہلہ میں شریک ہوئیں۔

نبوت سے ولایت کے گھر قدم رکھا۔

امامت کے دفاع کے لئے اصحاب کے گھروں میں گئیں۔

مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت کی۔

کئی مرتبہ حج کے لئے سفر کیا۔

رسولؐ کے گھر خادمہ طلب کرنے گئیں۔

غدیر خم کے میدان میں حاضر تھیں۔

بیت الاحزان میں عزاداری کی بنیاد رکھی۔

اور مسجد الحرام میں جب رسولؐ پر گندگی پھینکی گئی تو دوڑ کر جاتی ہیں اور اپنے بابا کی حمایت کرتی ہیں۔ نہ صرف سیرت زہراؑ بلکہ مادر زہراؑ ملکہ عرب حضرت خدیجہ کی سیرت کیا ہمارے لئے کافی نہیں کہ جس کی تجارت میں رسولؐ خدا نے شرکت کی اور جب نبی غار حرا میں مشغول عبادت ہوتے تو علیؑ اور خدیجہ غار حرا غذا لے کر جاتے یا عصر رسالت میں ایک خاتون عطر فروش عطر بھیجتی تھی، رسولؐ کے گھر بھی آتی رسولؐ اس سے عطر خریدتے اور کبھی اس کو منع نہیں فرمایا۔ مسجد نبوی میں ہمیشہ جہاں اصحاب بیٹھے ہوتے پردے کے پیچھے عورتیں آتیں سوال کرتی تھیں، اور سب سے بڑی دلیل حج اور عمرہ کا واجب ہونا ہے کہ آخر کیوں خواتین کے لئے بھی باعث ثواب اور واجب ہے اور یہ دلیل کس قدر lojical ہے کہ پردے کا حکم اور قانون خود اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ خواتین گھر سے باہر نکلیں مثلاً اگر کسی دیہات میں روڈ ہی نہ ہو تو وہ ہرگز ٹریفک کے قانون نہیں بنائیں گے ٹریفک کے قوانین اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس علاقے میں روڈ موجود ہے بالکل اسی طرح اگر اسلام چاہتا کہ عورت گھر کی چار دیواری میں بند رہے اور معاشرے میں active نہ ہو اور کبھی کسی نامحرم سے نہ ملے تو ہرگز یہ قانون نہ بناتا کہ اے عورت جب تم نامحرم کے سامنے جاؤ تو حجاب کرنا۔ انسان کو بہکانے کے لئے ابلیس کا سب سے پہلا حربہ بے پردہ کرنا تھا (۱)

(۱) سورہ اعراف آیت 26

آج کا ابلیس بھی حوا کی بیٹیوں کو بے پردہ بنانے میں سب سے زیادہ تلا ہوا ہے: یہ آیت دقت طلب ہے۔

یا بَنِی آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُوَارِیْ سَوْآتِکُم وَرِیشا ولباسُ التَّقوىٰ ذالک خیرٌ یا بنی آدم لا یَفْتِنَنَّکُمْ ولاشیطان کما اخرج ابویکم من الجنة یَنْزِعُ عَنْهُما لباسهما.

اے اولادِ آدم! شیطان تمہیں اس طرح نہ بہکائے جس طرح تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکلوایا اور انہیں بے لباس کر دیا۔

خدا دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ ہم ہیں اور قرآنی آیات تو گویا اگر میں نے پردے کو زیادہ اہمیت نہ دی تو میری لڑائی اللہ سے ہے۔

لاتخضعن بالقول (۱) نرم لہجے میں باتیں نہ کرو یعنی عام لہجے میں بات کر سکتی ہیں۔

وَقَرْنَ فِی بُیُوْتِکُنَّ وَلَاتَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلیٰ (۲)

اپنے گھروں میں جم کر بیٹھی رہو جاہلیت کے زمانے کی طرح بن ٹھن کر گھر سے نہ نکلو۔

قرآن کہہ رہا ہے کہ نامحرم کے سامنے یا نامحرم کے لئے بن سنورنا backwardness ہے جسے قرآن نے تبرج الجاہلیت سے تعبیر کیا ہے۔

بے حجاب ہونا modernism نہیں ہے بلکہ یہ غلط سوچ ہے۔ جیسے آج کل جنگ کو بھی خوبصورت انداز سے پیش کیا جاتا ہے دہشت گردی کے خلاف جہاد یعنی جنگ۔ اسی طرح ہم بڑے مزے سے بے چاری کہہ کر غیبت کرتے ہیں۔

لہٰذا نہ صرف فاطمہ کی سیرت بلکہ فاطمہ کے نام میں ہمارے لئے بہت سے درس ہیں۔

---

(۱) سورہ اعراف آیت 32

(۲) سورہ احزاب آیت 33

مصائب

علی اصغرؑ جس طرح اہل بیتؑ میں نام فاطمہؑ عزیز ہے اسی طرح نام علیؑ بھی بہت پیارا محبوب نام ہے علیؑ اور فاطمہؑ یہ دو نام یہ بے مثال جوڑی، فاطمہؑ شب قدر (۱۹) ضربت علیؑ (۲۱) شہادت علیؑ (۲۳) سوم امام۔ ان دو ناموں کو ہر شکل میں قیامت تک یاد رکھو۔ اے نرجس خاتون اے امام عسکری آپ کے فرزند کو اس گھوارے سے اٹھا کر کمانوں کی طرف لے جایا گیا وہ محفوظ ہیں لیکن اے نرجس خاتون ذرا کربلا آ کر تو دیکھیے جناب رباب کی گودی کو دیکھیے یہاں حسینؑ گھوارے سے آخری قربانی کو لے جانا چاہتے ہیں لیکن سکینہ آگے بڑھتی ہے اور کہتی ہے بابا! پانی نہیں چاہیے اس پانی کے لئے چچا گئے مگر واپس نہیں آئے اب بھیا کو نہ لے جایئے۔ علیؑ اصغر جب مدینہ سے نکلے تو دس دن کے تھے

کربلا پہنچے تو چھ ماہ ہوئے جب حسینؑ دیکھتے ہیں کہ اشقیاء کسی طرح بھی پانی نہیں دے رہے ابھی حسینؑ خطبے دے کر کوشش کر رہے تھے کہ ان کے ہدایت کریں اب حسینؑ دکھانا چاہتے ہیں۔

شنیدن کی بود مانند دیدن .

وہاں ہونا کچھ اور ہے سننا کچھ اور ہے میں نے جب ان سے کہا کہ دیکھو میرا آخری فرزند ہے دیکھو اگر تم مجھے پانی نہیں دیتے تو خدا کے لئے اس ننھے مجاہد کے حلق میں پانی ڈال دو تمہارے دریا سے کم نہیں ہوگا دیکھو اگر میں تمہاری نظر میں امام معصوم نہیں ہوں تو یہ بچہ تو ہر مذہب میں معصوم ہوتا ہے اس پر رحم کرے اگر مسلمان نہیں تو انسان تو ہو نا۔

یہاں حسین گفتگو کر رہے ہیں نصیحتیں کر رہے ہیں وہاں لشکر والوں پر اثر ہو رہا ہے لوگ رونے لگے ہیں تبھی عمر ابن سعد نے حکم دیا اے حرملہ جلدی اس بچے کے رونے کی آواز کو ختم کر دو ورنہ لشکر میں انقلاب برپا ہوگا، وہ مظلوم معصوم جس کی مظلومیت پر ظالموں کی آنکھوں میں بھی آنسو آئے اگر حرملہ کو یہاں حکم ہوتا ہے یہ وہی حرملہ ہے جس کو جب مختار نے طلب کیا تھا تو پوچھا تھا کہ بتاؤ تم نے کربلا میں کیا کیا؟ تو اس نے کہا ہاں میرے کمان میں کچھ تیر تھے جن میں سے تین تیر اپنے نشانے پر لگے باقی خطا گئے حرملہ بہت مشہور تیر انداز تھا اس تیر اتنے لمبے تھے کہ شیر خوار کے

قد سے بھی بڑے تھے۔ حرملہ کہتا ہے پہلا تیر میں نے عباس کے جسم پر لگایا دوسرا تیر قلب حسینؑ پر اب حرملہ خاموش ہو جاتا ہے سر جھکائے رو رہا ہے مختار کہتے ہیں بولو تمہارا تیسرا تیر کہاں لگا؟ کہتا ہے مجھ سے نہ پوچھ جو سزا دینی ہے دے دو مجھ سے نہ پوچھو میں نہیں بتا سکتا، جب بہت اصرار کیا تو کہتا ہے جب حسین علی اصغر کو لائے تھے پانی طلب کر رہے تھے دشمن وہ حالت دیکھ کر منقلب ہونے لگے تو مجھے حکم ملا کہ بچے کی آواز کو ختم کردو میں نے خشک حلقوم کا نشانہ لیا وہ تیر حلق سے گزرتا ہوا حسین کے ہاتھوں پر پیوست ہوا۔ اب بچہ تلملا اٹھا اب حسین کے لئے شیر خوار بچے کے حلق سے تیر نکالنا مشکل تھا اب حسین ننھی قبر کھودتے ہیں جبکہ ابھی تک کسی کے لئے قبر نہیں کھودی تھی میں پوچھونگی مولا کیوں یہ نرالا عمل صرف علی اصغر کے لئے انجام دیا جا رہا ہے گویا مولا نے فرمایا کہ میں چاہ رہا تھا کہ میرے ننھے اصغر کا جسم گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال نہ ہو اس کا سر بدن سے جدا نہ ہو لیکن افسوس ننھے شہید کو قبر سے نکالا گیا سر تن سے جدا کیا گیا اور دکھیاری ماں کے سامنے لایا گیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

world ahlebait women organization
Qom Iran
www.ewawo.org